QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

عالم اسلام کو درپیش سماجی چیلنجز اور اُن کا تدارک سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں

SOCIAL CHALLENGES FACING THE ISLAMIC WORLD AND THEIR SOLUTIONS IN THE LIGHT OF THE SEERAH NABVI (PBUH)

ڈاکٹر معظم علی

فیکلٹی ممبر ادارہ نہج القرآن شرقپور شریف، شیخوپورہ

Abstract

The Islamic world today grapples with a multitude of social challenges, including gender inequality, sectarianism, and moral decline. These issues hinder progress, social cohesion, and the realization of a just and balanced society as envisioned by Islamic principles. This paper explores these challenges through the lens of the Seerah of Prophet Muhammad (PBUH), highlighting timeless solutions rooted in his teachings and practices. The Prophet's approach to social justice, economic equity, community building, and the empowerment of marginalized groups serves as a comprehensive model for addressing contemporary issues by examining key events and strategies from his life. This study argues that a return to the ethical and practical framework of the Prophet's example offers viable, sustainable solutions for the Islamic world today. Through this lens, the Seerah emerges not merely as a historical account, but as a living guide for transformative social reform.

Key Words: *Gender-inequality, Community-building, Comprehensive, Transformative*

تعارف موضوع

عالم اسلام کو درپیش سماجی چیلنجز ایک ایسا گنجلک و طویل البحث موضوع ہے کہ ایک کالم کی صورت میں امت کے وجود کو درپیش سبھی مسائل کا تذکرہ کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے کیونکہ، ایسا ممکن نہیں کہ سماجی مسائل کا ذکر کیا جائے اور معاشی مسائل سے صرفِ نظر کرلی جائے، اسی طرح سیاسی و جغرافیائی معاملات کو پسِ پشت نہیں ڈالا جاسکتا کیونکہ سیاسی معاملات، معاشیات سے منسلک ہوتے ہیں اور معاشیات کا دارومدار سماج کے تاروپود پر منحصر ہوتا ہے۔ اگر سماج انتشار و خلفشار کا مظہر ہوگا تو معاشی پہلو دگرگوں ہوگا اور جب ذرائع معاش مستحکم نہیں ہوں گے تو سیاسی افراتفری بھی اپنے پنجے گاڑھنا شروع کردے گی لہذا موضوع کے کثیر الجہتی عوامل سے صرفِ نظر کرکے درست تفہیم کرپانا ممکن نہیں لیکن موضوع کی طوالت کے پیش نظر مقالہ ہذا کو سماجی عوامل سے متعلقہ مباحث تک ہی محدود رکھا جائے گا۔

اسی طرح ایک اور جہت سے عالم اسلام کا سرسری نظر سے مشاہدہ کیا جائے تو اسے تین طبقات، جن میں معاشرتی یا سماجی، مالیاتی یا معاشی، اور سیاسی یا انتظامی لحاظ سے تقسیم کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ایسے ممالک جہاں سماجی نظام قدرے مستحکم ہے لیکن معاشی اور سیاسی نظام کمزور ہے جیسا کہ پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت وغیرہ، دوسرا، ایسے ممالک جہاں معاشی نظام مستحکم ہے لیکن دیگر جہات پر کچھ خاص توجہ نہیں دی جاتی جیسا کہ عرب ریاستیں اور اسی طرح تیسرے درجہ میں وہ ممالک جہاں سیاسی نظام مستحکم ہے جیسا کہ ترکی، ملائیشیا وغیرہ۔

اس کے ساتھ ساتھ مسلم سماج کی ایک اور طرح کی تقسیم بھی نمایاں ہوتی ہے جیسا کہ ایسے ممالک جہاں سماج کی بنیادی اکائیاں فرد، خاندان ہی دگرگوں ہیں جیسا کہ افغانستان، یمن، مصر، شام، لیبیا اور افریقی ممالک وغیرھم، وہاں معاشی و سیاسی معاملات انتہائی ناگفتہ باہیں کیونکہ سماجی نظام انتشار و خلفشار کا شکار ہے۔ دوسرا، ایسے ممالک جہاں سماجی نظام قدرے بہتر حالت میں موجود ہے لیکن سیاسی و معاشی نظام بسترِ مرگ پر ہے جیسا کہ پاکستان، بنگلہ دیش، ملائیشیاء اور ترکی وغیرھم، جن میں سے کہیں معاشی نظام مستحکم ہے جیسا کہ ترکی، کہیں سیاسی نظام مستحکم ہے جیسا کہ ملائیشیاء اور کہیں سماجی نظام قدرِ مضبوط ہے جیسا کہ پاکستان اور بنگلہ دیش وغیرہ۔

تو ایسا ممکن نہیں کہ سبھی کے لیے یکساں چیلنجز کا احاطہ کیا جاسکے۔ خطہ اور ملک کو پیشِ نظر رکھ کر ہی مسائل کا جائزہ لیا جاسکتا ہے اور تبھی اُن مسائل کا حل تجویز کیا جاسکتا ہے۔ تیسرا خطہ یا درجہ بندی جس میں سماج تو مضبوط روایات کا امین ہو یا نہ ہو معاشی معاملات خاصے مستحکم ہیں جیسا کہ عرب ریاستیں و دیگر علاقہ جات۔

مذکورہ بالا تقسیم کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہی عالم اسلام کا چیلنجز کے حوالے سے مکمل جائزہ پیش کیا جانا ہی بہتر مستقبل کی نوید سنا سکتا ہے بصورتِ دیگر انفرادی کاوشوں سے اجتماعیت کی روح کو سینچا جانا ممکنات میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا موضوع ہے کہ اس کے کسی بھی پہلو سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی کسی ایک پہلو کو کسی دوسرے پر فوقیت دی جاسکتی ہے۔ یہ ایک ایسی مثلث ہے جس کا ہر زاویہ ایک دوسرے سے منسلک ہے اور کسی ایک کے بغیر تثلیث کا عنصر مکمل نہیں ہوتا۔

عالم اسلام کا سر سری نظر سے جائزہ لیا جائے تو تینوں پہلوؤں کے لحاظ سے انحطاط کا شکار نظر آتا ہے کوئی بھی سماج مد نظر رکھ لیا جائے چاہے اس کا تعلق ایشائی ممالک پاکستان، بنگلہ دیش، بھارت، افغانستان، یا عرب ریاستیں ہی کیوں نہ ہوں، سبھی کا سماجی پہلو مختلف پسِ منظر کا متحمل ہے۔ جہاں کا طرزِ سیاست فردِ واحد کے گرد گھومتا ہے، وہاں کے سماجی، معاشی اور سیاسی معاملات اور طرح کے ہیں اور جہاں کا طرزِ سیاست عصرِ حاضر کا رومانویت سے بھرپور نظام جمہوریت ہے وہاں مذکورہ بالا عوامل کسی اور صورت میں کار فرما نظر آتے ہیں۔ لہذا ایک ایسا مقالہ سپردِ قلم کرپانا کسی طور پر بھی ممکن نہیں جو تمام عالم اسلام پر یکساں نوعیت سے اطلاق کیا جاسکے۔ تو جہاں یہ طے کرنا دشوار گزار مرحلہ ہے کہ سبھی کے لیے یکساں اصول وضوابط پر مشتمل ضابطہ ہائے حیات طے کیا جاسکے، وہی یہ طے کرنا بھی مشکل تر ضرور ہے کہ کونسا اصول کس خطہ کے افراد کے لیے بآسانی قابل قبول ہو گا لیکن اگر اِن عوامل کا جائزہ لیا جائے تو بنیادی کردار سماجی سطح پر اصلاح احوال کو دیا جانا چاہیے کیونکہ اگر سماجی عوامل کی تشکیل بہترین قواعد وضوابط پر کی جائے گی تو باقی ماندہ عوامل خود کار طریقے سے ترتیب و تنظیم میں آنا شروع ہو جائیں گے کیونکہ

افراد کے ہاتھوں میں ہے عوام کی تقدیر۔ ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ [1]

کہ جب افراد کی اصلاح درست انداز میں کی جائے تو اُسے سیاسی اور معاشی معاملات کو سلجھانے کا شعور بھی آجائے گا اور جب تک فرد کے حالات دگر گوں ہوں گے تو وہ کبھی سیاسی معاملات کے ہاتھوں یرغمال بنے گا اور کبھی پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے معاشی تگ ودو کی بھینٹ چڑھے گا اور سماج ہمیشہ زوال پذیر رہے گا لہذا درپیش چیلنجز میں سماجی معاملات کو فوقیت واہمیت حاصل ہے کیونکہ سماج، معاشروں سے تشکیل پاتا ہے۔ معاشرہ، اقوام کے مرہونِ منت ہوتا ہے اور قوم، خاندان کے آپس میں بندھن سے منظم ہوتی ہے اور خاندان افراد کے تارو پود سے مل کر بنتا ہے لہذا ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ۔ پس واضح ہوا کہ عالم اسلام میں فرد کو درپیش چیلنجز کا جائزہ لیا جائے تو مندرجہ ذیل عوامل واضح تر ہو جاتے ہیں۔

عمومی طور پر مسلم نوجوانوں کو آج عالمی سطح پر اور کچھ مخصوص معاشروں کے اندر بہت سے سماجی چیلنجز کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جن میں خود کی مسلم شناخت، ان کی ذہنی صحت، ہم عصر افراد کا دباؤ، اور سماجی توقعات سے متعلق مسائل شامل ہیں۔ ان مسائل کو سنت نبوی ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں حل کرنے کے لیے کس طرح رہنمائی لی جاسکتی ہے اور کِن کِن جہات سے وہ روشنی ہمہ وقت دستیاب ہے، اِن پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے گا اور عصری مسائل کو اُن تعلیمات سے ہم آہنگ کرنے کی سعی کی جائے گی۔

مبحث اوّل: فرد کو درپیش مسائل کا ذکر

عالم اسلام کے نوجوانان کو انفرادی حیثیت میں درجہ ذیل مسائل کا سامنا ہے جن کے سبب سماجی معاملات میں مشکلات بڑھتی جارہی ہیں اور صاحبانِ اختیار و محبان علم وہنر کو اس طرف خاص توجہ دینی چاہیے تاکہ جوانانِ امت کے مسائل میں کمی لائی جاسکے اور اجتماعی کوششوں کو بروئے کار لاتے ہوئے مثبت و تعمیری لائحہ عمل مرتب کیا جاسکے۔

1۔ بحیثیت مسلم شناخت اور کثیر الجہات ثقافتی الجھن

بہت سے مسلم نوجوان، خاص طور پر مغرب میں یا مخلوط ماحول میں، خود کی مسلم پہچان کے حوالے سے شدید پریشانی کا سامنا کرتے ہیں، جو اپنی اسلامی شناخت کو مرکزی دھارے کی ثقافت کے دباؤ سے ہم آہنگ کرنے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ یہ طرز عمل ان مسلم نوجوانان کی اقدار، دینی عقائد اور اسلامی رسوم ورواج کے بارے میں الجھن کا باعث بنتا ہے جس کے سبب آج کا مسلم نوجوان ایک عجیب سے کشمکش میں مبتلا ہے کہ وہ خود کی پہچان بحیثیت مسلمان کو کیسے قائم رکھ سکے؟ ایسے نوجوان کے لیے اس طرح کے معاملات کو خاطر میں نہ لانا شائد اتنا مشکل نہ دیکھائی دے جو ایک مسلم معاشرے میں رہائش پذیر ہے لیکن ایسے نوخیز اذہان کے لیے انتہائی اذیت ناک ہو سکتا ہے کہ جو کسی مغربی ملک میں سکونت پذیر ہوں یا کسی ایسی سوسائٹی میں ان کا اٹھنا بیٹھنا ہے جن کا طرزِ بود وباش مغرب زدہ ہے، ایسے ماحول میں انہیں اپنی پہچان اور مسلم سماج کی روایت وثقافت کو برقرار رکھنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

صبر و تحمل کا ایک لامتناہی سلسلہ جن سے انہیں گزرنا پڑتا ہے کیونکہ ایک طرف اگر سخت ردِ عمل دیا جائے تو انہیں دہشت گرد قرار دے دیا جاتا ہے اور بلا تفریقِ جنس(love Jihaad) جیسے خود ساختہ نعروں کو بنیاد بنا کر انہیں ذبح کر دیا جاتا ہے اور کوئی ان کا پُرسانِ حال نہیں ہوتا اور کبھی اسلامی اقدار وروایات کو مقامی ثقافت کے لیے خطرہ قرار دے کر جو نفرت کا بیج بویا جاتا ہے اس کے نیتجے میں پیدا ہونے والی شدت پسندی کے سبب دوران عبادت مسلم عبادت گزاروں کو مسجد میں گولیوں سے چھلنی کر دیا جاتا ہے لہذا پیش منظر میں ماحول جتنا بھی پُرسکون قرار دے لیا جائے درپردہ عوامل اپنی پوری قوت کے ساتھ کار فرما نظر آتے ہیں جو کہ مسلم نوجوان کے لیے مسائل کا پیش خیمہ ثابت ہو رہے ہیں۔ ایسے ماحول میں رہنے والے افراد کے لیے سیرت طیبہ کی روشنی میں جو رہنمائی ملتی ہے وہ آنحضور اکرم ﷺ کے ارشاد مبارکہ سے واضح ہوتی ہے کہ

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

من تشبه بقوم فهو منهم[2]

جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔

لہذا ایسے کثیر الجہتی سماج میں مسلم نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے کہ وہ اپنی اسلامی شناخت کو فخر کے ساتھ قبول کریں اور دوسروں سے مرعوب ہونے سے خود کو بچانے کی حتی الوسع کوشش کریں اور ان کے والدین اور متعلقہ کمیونٹیز کو ان نوجوانوں کے عقیدے اور ثقافتی طریقوں کی اہمیت کو سمجھنے میں ان کی مدد کرنی چاہیے۔ ساتھ ہی، انہیں یہ بھی سکھایا جانا چاہیے کہ اپنی اقدار سے سمجھوتہ کیے بغیر اپنے ارد گرد کی دنیا سے مراسم کو کیسے قائم کرنا ہے؟ اور شریعی طور پر کیا حدود وقیود مقرر کی گئی ہیں؟ جدیدیت کے ساتھ ان کے عقیدے کا توازن ضروری ہے، اور وہ اسلامی اصولوں پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے معاشرے کے ساتھ باہمی تعاون کے لیے سیرت مصطفیٰ ﷺ سے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

2۔ صحبت یاراں اور اس کے منفی اثرات

عالم اسلام میں مسلم نوجوان کے لیے دوسرا اہم چیلنج آج کے مخلوط ماحول میں ہم عصر افراد اور دوستوں کی صحبت سے پیدا ہونے والے ماحول اور دباؤ کا ہے جو نوجوانوں کو ایسے طرز عمل میں مشغول کر سکتا ہے جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں، جیسے شراب نوشی، تمباکو نوشی، منشیات کا استعمال، اور بے راہ روی وغیرہ۔ نوجوان ! بعض اوقات سماجی توقعات کے مطابق خود کو ڈھالنے کی خاطر ایسے خطرات میں مبتلا ہو سکتے ہیں ہیں جو ان کے شریعی عقائد سے متصادم ہوں لہذا صحبت یاراں بھی آج کے مسلم سماج کا ایک اہم مسلہ ہے جس سے نوجوانان ملت نبرد آزما ہیں اور جس کے تدارک کے لیے عملی کاوشوں کو سنت نبوی ﷺ کی روشنی میں ترتیب دیا جانا چاہیے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے بری صحبت سے بچنے کی نصیحت کی، کیونکہ یہ کسی کے کردار اور اعمال پر منفی اثر ڈال سکتی ہے۔ آپ ﷺ ارشاد فرمایا:

الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ [3]

آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، لہٰذا تم میں سے ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔

لہذا اس معاملے میں مسلم نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو صالح اور معاون دوستوں کی صحبت تک خود کو محدود رکھیں جو ان کی اقدار میں شریک ہوں کیونکہ میاں محمد بخش نے صحبت یاراں کو مثل صحبت عطار ولوہار قرار دیا ہے کہ اگر نیک صحبت ہو گی تو انسان سے خوشبوئیں آئیں گی اور اگر بُری صحبت اختیار کرے گا تو خود کی ذات بھی منفی اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکے گی۔

لہذا والدین، معلمین، اور کمیونٹی سربراہان کو اُن لوگوں کے ساتھ مضبوط تعلقات استوار کرنے میں مدد کرنی چاہیے جو اچھے رویے کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور اپنے عقیدے کے مطابق بہتر طور پر زندگی گزارنے کی تگ ودو میں مصروف ہیں۔ مزید برآں، نوجوانوں کو دوستی اور سماجی حلقوں کے بارے میں انتخاب کرنے میں تعلیمات اسلامیہ سے رہنمائی حاصل کرنے کی اہمیت کے بارے میں یاد دلایا جانا چاہیے۔

3۔ ذہنی صحت اور جذباتی اصلاح احوال

مسلم سماج کا نوجوان آج ذہنی اور جذباتی طور پر مضطرب کیفیات میں مبتلا نظر آتا ہے۔ ایک طرف صحت کے مسائل، جیسے بے چینی، ڈپریشن، اور تنہائی، نوجوانوں میں تیزی سے عام ہوتے جا رہے ہیں اور دوسری طرف جذباتی سطح پر غیر مفید تعلیمی دباؤ، خاندانی مسائل، یا سماجی توقعات سے متعلق تناؤ سے مسائل پیدا ہو رہے ہیں جن میں سے اکثر مسائل سماجی سطح پر ہونے والے غیر متوازن ماحول اور نوجوانوں میں احساس کمتری جیسے مصائب کے سبب سے ہیں۔ لہذا ان پہلوؤں کی طرف بھی سماج کو خصوصی توجہ دی جانی چاہیے کیونکہ اسلام ذہنی سکون، کسی ہمدم کی تلاش، اور مشکل کے وقت اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے پر بہت زور دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جذباتی اور ذہنی طور پر تکلیف میں مبتلا افراد کے لیے ہمدردی کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ سنایا کہ

إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا [4]

بے شک مشکل کے ساتھ آسانی بھی آتی ہے۔ پس بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

لہذا مسلمان نوجوانوں کو مشکل کے وقت نماز، دعا اور اللہ کی یاد (ذکر) میں پناہ مانگنے کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا سکھایا جانا چاہیے اور پیغام ربّانی کو ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ[5]

جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں، سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل چین پاتے ہیں

پس واضح ہوا کہ معاشرہ کے باشعور اور ہمدرد افراد کی مشاورت سے بھی مزید تعاون حاصل کیا جاسکتا ہے۔ جدوجہد کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے تاکہ افراد، سماج کا ایک مفید کارکن بننے کی تگ ودو میں صراط مستقیم سے بھٹک نہ جائیں۔ مزید برآں، اسلامی طرز عمل جیسے زندگی میں توازن برقرار رکھنا (جسمانی اور روحانی) جذباتی اصلاح احوال میں مدد معاون ہوسکتا ہے۔

4۔ اہداف ومقاصد کے حصول میں تذبذب

ہر انسان کی زندگی میں کسی مثبت مقصد اور پھر اس کے حصول کے لیے درست سمت کا تعین ہونا از حد ضروری امر ہے تاکہ جب افراد باہم مل کر سماجی سطح پر عملی کوششیں برائے کار لائیں تو معاشرہ تعمیری صورت میں صحیح سمت کی طرف گامزن ہو لیکن صد افسوس کہ بہت سے نوجوان مسلمان زندگی میں واضح مقصد یا سمت کی کمی کے ساتھ جدوجہد کرتے رہتے ہیں اور زندگی کا زیادہ تر عرصہ رائیگاں چلا جاتا ہے، خاص طور پر کیریئر، تعلیم اور طویل مدتی اہداف کے بارے میں غیر یقینی صورتحال کی وجہ سے فرد ایک مشین کی طرح چلتا رہتا ہے اور جب احساس زیاں بیدار ہوتا ہے تو سپیدی سر کے اوپر رقص کناں ہوتی ہے جس کے سبب انسان مزید الجھنوں اور مسائل کا شکار ہوتا چلا جاتا ہے جبکہ دین اسلام ایسے اہداف کے تعین کے بارے میں واضح رہنمائی فراہم کرتا ہے جو ذاتی اور روحانی ترقی دونوں سے ہم آہنگ ہوں۔ ارشاد ربّانی ہے کہ

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ[6]

تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے؟

ایک اور مقام پر فرمایا گیا کہ

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًى[7]

کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ اسے آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔

لہذا! نوجوانوں کو ایسے اہداف طے کرنے کی ترغیب دی جانی چاہیے جو اسلامی اقدار کے مطابق ہوں، جیسے کہ علم نافع حاصل کرنا، معاشرے میں باہمی تعاون کے ماحول کو پروان چڑھانا اور آپس میں مضبوط تعلقات استوار کرنا وغیرہ۔ انہیں یاد دلایا جائے کہ ان کا آخری مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اور اسی رضا کے بدولت دائمی جنت کا حصول درکار ہے۔ کیریئر کے انتخاب اور ذاتی ترقی کو انسانیت اور اللہ کی خدمت کا ذریعہ سمجھا جانا چاہیے۔ مقصد کا واضح احساس رکھتے ہوئے، مسلم نوجوان اپنی توانائی کو مثبت، پیداواری سرگرمیوں میں لگاسکتے ہیں۔ جس سے خود کو اور سماج دونوں کو فائدہ ہو۔

5۔ منشیات کا استعمال اور سہولت کاری

نوجوانانِ ملت کے لیے دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ ان تمام ممنوعہ اشیاء کا باسہولت دستیاب ہونا اور آغاز میں اُن کے مضر و ناقابل تلافی نقصانات سے بے خبری کی حالت میں مبتلا ہو جانا اور پھر اُسی نشہ کی لت میں خود کی زندگیوں کو تباہ وبرباد کر لینا اور پھر احساس زیاں کاری سے بھی ناآشنا ہونا زیادہ خطرناک پہلو کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کچھ معاملات صحبتِ یاراں کے سبب انسان کی روز مرّہ زندگی کے معمولات میں در آتے ہیں اور کچھ خاندانی و سماجی اثرات کا نتیجہ ہوتا ہے کہ فرد جوں جوں اس دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے اُس کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں اور عصر حاضر میں دل کی سختیاں اس قدر بڑھ گئی ہیں کہ کسی دوست کو گہرے کھڈے میں گرتے ہوئے دیکھ کر، اُس کی مدد کرنے کی بجائے، درپیش مصیبت سے لطف اندوز ہونے کا رجحان غالب آتا جارہا ہے کیونکہ ہر کس وناکس کو متبعین (Followers) کے لیے ذرائع تفریح کا انتظام کرنا از حد ضروری خیال کیا جاتا ہے اور کوئی شخص آفت میں گرفتار ہو تو اُس سے بڑھ کر تفریح کا ذریعہ کیا ہوسکتا ہے لہذا نشہ آور اشیاء کا استعمال، بشمول منشیات، الکوحل و دیگر نقصان دہ عادات، دنیا کے بہت سے حصوں میں نوجوانوں میں ایک بڑھتا ہوا مسئلہ ہے جس کے تارک کے لیے اجتماعی طور پر کاوشیں بروئے کار لائی جانی چاہیے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جسم اور ذہن کو نقصان پہنچانے والے ادویات کی سخت مذمت بیان فرمائی کہ

" كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ " مَا أَسْكَرَ الْفَرَقُ مِنْهُ فَمِلْءُ الْكَفِّ مِنْهُ حَرَامٌ[8]

ہر نشہ آور چیز حرام ہے، جس چیز کا ایک فرق (سولہ رطل) کی مقدار بھر نشہ پیدا کردے تو اس کی مٹھی بھر مقدار بھی حرام ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

مسلم نوجوانوں کو اِن تمام ممنوعہ نشہ آور اشیاء کے نقصانات کے بارے میں نہ صرف صحت کے نقطہ نظر سے بلکہ روحانی اور اخلاقی نتائج کے حوالے سے بھی تعلیم دی جانی چاہیے۔ معاشرتی سطح پر روک تھام کے لیے حکام کو توجہ مرکوز کرنی چاہئے اور نشے کے خلاف عملی کاوشوں کو بروئے کار لانے والوں کو مدد فراہم کرنی چاہئے۔ اسلام! صحت مند طرز زندگی کو فروغ دیتا ہے، اور نوجوانوں کو اللہ تعالیٰ کی امانت کے طور پر اپنے جسم کی دیکھ بھال کرنے کی ترغیب دی جانی چاہیے۔

6۔ جنسی بے راہ روی کا غالب ہوتا رجحان

روز اوّل سے خالقِ انساں نے مرد وعورت کے لیے باہم کشش و محبت کا فطری نظام وضع کیا ہے اور اُس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے قدرتی طور پر شریعی طریقے بھی انبیاء کرام (علیہم السلام) کی بدولت متعین کئے گیے ہیں۔ جو بھی انسان اِس فطری محبت کے بر خلاف جانے کی سعی لاحاصل کرتا ہے وہ الٰہی قوانین کے مخالف سمت چلنے کی قیمت ضرور ادا کرتا ہے اور ایک طرف جہاں یہ وسیلہ دونوں کے لیے باہم تسکین کا ذریعہ بھی بنتا ہے وہاں دوسری جانب افزائش نسل کا منبع و مآخذ ہے لہذا اس کا انکار وانحراف قطعاً درست طرزِ عمل نہیں ہو سکتا لہذا بہت سے معاشروں میں، مردوں اور عورتوں کے درمیان مناسب حدود و قیود کے بارے میں الجھن پائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے غیر صحت مند یا نامناسب تعلقات ہوتے ہیں۔

شادی سے پہلے کے تعلقات، ڈیٹنگ اور جسمانی حدود کا مسئلہ مسلم نوجوانوں کے لیے ایک مشترکہ چیلنج بنتا جارہا ہے کیونکہ ایک طرف معاشرتی الجھنوں اور گھمبیر روایات کے سبب کئی جوڑے شریعی بندھن میں بندھنے سے نالاں نظر آتے ہیں اور دوسری طرف غالب تہذیب کے باعث نوجوانان کو اس بات کا ایمانی حد تک یقین دلا دیا گیا ہے کہ وہ جسمانی تعلقات کو صرف ذہنی آسودگی کی حد کا قائم رکھیں، اس ازدواجی تعلق کی جھنجھٹ میں ہر گز پڑنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ جس کو نبھانے کے لیے دن ورات تگ و دو کرنی پڑتی ہے اور خود کو صرف ایک گھر کی چادر وچار دیواری تک محدود رکھنا پڑتا ہے لہذا دنیا کے تمام وسائل تمہارے منتظر ہیں، کھل کر جیا جائے، کل کس نے دیکھا ہے؟ تو ایسی فکر کا بڑھتا رجحان بھی آج کے زمانے میں ایک اہم و بنیادی مسلہ کی شکل اختیار کر چکا ہے جو کہ تاریک مستقبل کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے جبکہ اسلام مرد اور عورت کے درمیان رویّے اور تعامل دونوں میں حیا کی اہمیت سکھاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا[9]

اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ بے شک وہ فحش اور برائی کا راستہ ہے۔

جبکہ نبی کریم ﷺ نے نصیحت فرمائی کہ

كُتِبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزِّنَا مُدْرِكٌ ذَلِكَ لَا مَحَالَةَ، فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ، وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الِاسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ، وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا، وَالْقَلْبُ يَهْوَى وَيَتَمَنَّى، وَيُصَدِّقُ ذَلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهُ۔[10]

ابن آدم کے متعلق زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا گیا ہے۔ وہ لا محالہ اس کو حاصل کرنے والا ہے، پس دونوں آنکھیں، ان کا زنا دیکھنا ہے اور دونوں کان، ان کا زنا سننا ہے اور زبان، اس کا زنا بات کرنا ہے اور ہاتھ، اس کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں، اس کا زنا چل کر جانا ہے اور دل تمنا رکھتا ہے اور خواہش کرتا ہے اور شرم گاہ ان تمام باتوں کی تصدیق کرتی ہے (اسے عملاً سچ کر دکھاتی ہے اور حرام کا ارتکاب ہو جاتا ہے) یا اس کی تکذیب کرتی ہے (حقیقی زنا سے بچاؤ ہو جاتا ہے۔)

لہذا مسلم نوجوانوں کو صنف مخالف کے ساتھ تعامل میں شائستگی کو برقرار رکھنے کی اہمیت اور عفت و احترام کی اقدار سکھائی جانی چاہئیں۔ والدین اور معاشرے کو صحت مند تعلقات کے بارے میں ایسی رہنمائی فراہم کرنی چاہیے جو اسلامی اصولوں کے مطابق ہوں۔ ایسے معاملات میں جہاں شادی ابھی تک کوئی آپشن نہیں ہے، نوجوانوں کو حوصلہ دیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے ایمان کی حفاظت، تعلیم حاصل کرنے، اور مستقبل کے لیے ایسے طریقے سے تیاری کریں جو فتنوں سے محفوظ رکھ سکے۔

7۔ مغربی یا سیکولر اصولوں کے مطابق ہونے کا دباؤ

بلا امتیاز قوم وملک وعلاقہ! زمانہ قریب کے مسلم سماج کا سرسری نظر سے بھی مشاہدہ کیا جائے تو وہ معاشرہ روایات کا علمبردار نظر آتا ہے جس میں بڑوں کا احترام ہر لحاظ سے ملحوظ خاطر رکھا جاتا تھا اور چھوٹوں پر شفقت کرنے کا عمل ہر سمت غالب دیکھائی دیتا تھا۔ یہ انہی مضبوط روایات کا اثر تھا کہ نوخیز اذہان بزرگوں کے زیر سایہ پروان چڑھا کرتے تھے، ہر وقت ان کی تابعداری میں مصروف رہا کرتے اور اُن اسلاف کی طرف سے کی جانے والی نصیحت جو اقوال زریں سے منسوب کرتے اور انہی کی روشنی میں خود کی زندگیوں کو گزارنے کے لیے لائحہ عمل مرتب کرتے۔ پھر جدیدیت کا تصور در آیا اور اسلاف کے افکار کو دقیانوسی قرار دے کر پس پشت ڈال دیا گیا اور ہر بات کو سائنسی بنیادوں پر جانچنے کا رجحان بڑھتا چلا گیا جس کے سبب گھنا و سایہ

دار شجر اپنے ہی ہاتھوں سے کاٹ دیا گیا اور کھلے میدان میں تپتی دھوپ تلے تجربات کی بھٹی میں خود کو جھونک دیا لیکن جدیدیت کے تصور کو پرکھنے کی تا حال سعی نہیں کی گئی کہ ان جدید تصورات کو اسلاف کی افکار کی روشنی میں ہی ایک بار جانچ لیا جاتا، اُن سے رائے لے لی جاتی کہ ان کٹھن مراحل میں کیا طرز عمل اختیار کیا جائے لیکن آج مسلم نوجوان، خاص طور پر غیر مسلم اکثریتی ممالک میں، اکثر سیکولر یا مغربی اقدار، جیسے مادیت، انفرادیت، اور جاذبیت پسندی، جو کہ اسلامی تعلیمات سے اکثر متصادم دیکھائی دیتے ہیں، کے مطابق ہونے کے لیے اوتاولے ہوئے جا رہے ہیں جبکہ نبی اکرم ﷺ نے دوسروں کی اندھی پیروی کرنے سے خبردار کیا:

من تشبہ بقوم فہو منہم[11]

جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔

جبکہ شاعر مشرق نے مسلم سماج کی عکاسی اپنے درجہ ذیل شعر میں کی ہے کہ

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر۔ خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی (ﷺ)[12]

پس واضح ہوا کہ مسلم نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے کہ وہ مضبوط تنقیدی سوچ کی مہارتیں حاصل کریں اور اپنے عقیدے پر قائم رہیں۔ انہیں یاد دلایا جائے کہ ان کی حتمی منزل اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شرف حاصل کرنا ہے اور حقیقی کامیابی اس کی ہدایت پر عمل کرنے میں ہے۔ سماج کو ایسا ماحول تیار کرنا چاہیے جہاں نوجوان اپنے چیلنجوں پر بات کرنے اور اسلامی اصولوں میں جڑے حل تلاش کرنے کے لیے اکٹھے ہو سکیں۔

8۔ مثبت حس مذاح کا فقدان

مذاح! ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے ایک فرد سے لے کر معاشرہ تک سبھی مل کر یکساں نوعیت سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ ذہنی وجسمانی کئی مسائل کا حل حس مزاح میں پنہاں ہے۔ مسلم سماج ماضی کی نسبت آج اس عنصر سے خالی نظر آتا ہے۔ دیگر اسباب کے ساتھ ساتھ اب یہ سبب بھی اس میں شامل ہے کہ افراد کی باہمی گفتگو کا عمل خاصا محدود ہو گیا ہے اور اگر کہیں انہیں موقع میسر آ بھی جائے تو آپسی اختلافات اسقدر شدید ہو چکے ہیں کہ چند لمحوں کے بعد ہی بات دست درازی تک آن پہنچتی ہے اور وہ مجلس جس میں مزاح سے لطف اندوز ہونا تھا کشت وخوں کا منظر پیش کر رہی ہوتی ہے لہذا سنت نبوی ﷺ سے بھی اس حوالے سے رہنمائی لی جائے تو سیرت طیبہ میں ایسے متعدد واقعات ملتے ہیں جن میں آپ ﷺ نے اصحاب وسائلین کے ساتھ مزاح فرمایا ہے اور لوگوں کی دل دلجوئی کے لیے مختلف طرز ہائے تبسم اختیار فرمائے۔

لہذا مسلم نوجوانان کو یہ پہلو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ باہم دوستوں میں مثبت انداز میں ہنسی ومزاح معمولات زندگی کا حصہ ہونا چاہیے جس میں تضحیک، تذلیل اور تنقیص کے عناصر کو ہرگز شامل نہیں کیا جانا چاہیے تاکہ آپس کے تعلقات میں عزت واحترام کا رشتہ قائم رہے۔

خلاصہ بحث

آج مسلم نوجوانوں کو جن سماجی مسائل کا سامنا ہے ان کا مؤثر طریقے سے سُنّتِ نبوی ﷺ میں پائی جانے والی رہنمائی کی طرف لوٹ کر حل کیا جا سکتا ہے۔ اسوہ نبوی ﷺ اور اسلامی اقدار پر قائم رہتے ہوئے جدید زندگی کے چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے ایک جامع اسلوب زندگی مرتب کیا جانا چاہیے۔ خاندانوں، معاشرہ اور اسلامی اداروں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ نوجوانوں کی ایک مضبوط، مثبت پہچان بنانے کے میں مدد کریں جس کی جڑیں ایمان پر ہوں اور جدید دنیا کے تقاضوں کے مطابق ہوں کیونکہ

فرد قائم ربط ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں۔ موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں[13]

مبحث دوم: خاندانی نظام کو درپیش مسائل

مسلم سماج کا دوسرا پہلو جس سے معاشرہ تشکیل پائے وہ خاندان کا نظام ہے۔ خاندان جس قدر مضبوط روایات کا امین ہوگا، سماج اسی تناسب سے مستحکم وپائیدار تعلقات پر مشتمل ہوگا لہذا خاندان کے لیے مندرجہ ذیل اصول وضوابط کا پایا جانا از حد ضروری امر ہے۔

دنیا بھر کے مسلم خاندانوں کو آج کی تیز رفتار اور باہم جڑی ہوئی دنیا میں بہت سے چیلنجز کا سامنا ہے۔ یہ مسائل اکثر مختلف عوامل سے پیدا ہوتے ہیں، جیسے کہ معاشی مشکلات، ثقافتی اختلافات، معاشرتی دباؤ، اور روایتی اسلامی اقدار کو جدیدیت کے ساتھ متوازن کرنے کی پیچیدگیاں وغیرہ۔ سیرتِ نبوی ﷺ، خاندانی زندگی کے لیے واضح رہنما اصول فراہم کرتی

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

ہے، جس میں باہمی احترام، شفقت و محبت، آپسی معاملات میں گفتگو اور خاندانی ڈھانچے میں انسان کے کردار کو احسن انداز میں ادا کرنے جیسی اقدار پر زور دیا گیا ہے۔ درجہ ذیل میں مسلم خاندانوں کو درپیش کچھ مشترک مسائل کا ذکر کیا جارہا ہے جن کے تدارک کے لیے سنت نبوی کے مطابق طرزِ عمل کو بھی زیر بحث لایا جائے گا۔

1۔ ازدواجی تنازعات اور باہمی گفتگو سے منسلک مسائل

رشتہ ازواج دنیا و مافیہا میں موجود دیگر تمام رشتوں سے بڑھ کر مضبوط رشتہ بھی ہے اور تمام کمزور بندھنوں میں سے ایک کمزور ترین تعلق بھی۔ اسی کے باعث شرعی رشتے بہتر طور پر پروان چڑھتے ہیں اور اسی تعلق کی بنیاد پر ہی سب سے زیادہ کاری ضرب لگائی جاتی ہے حتیٰ کہ قصہ ہاروت و ماروت میں بھی دیگر پہلوؤں کے ساتھ ساتھ جو سب سے نمایاں پہلو بیان کیا گیا ہے وہ یہی تفریق بین زوجین کا ہی ہے۔ لہذا یہ تعلق ہی اس قدر سنجیدہ اور نازک ہے کہ آج کے دور میں جسے پرکاہ کی وقعت نہیں دی جارہی۔ خاندانوں کے خاندان صرف اسی بنیاد پر ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں کہ انہوں نے ذاتی بغض و عناد، ترجیحات و خواہشات اور لامتناہی توقعات کو درمیان میں حائل کرر کھا ہے جس کے سبب زوجین کا آپس میں رشتہ خدشات اور تنازعات کا گڑھ بنا ہوا ہے جس کے سبب عصر حاضر میں مسلم سماج کو دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ زوجین کے باہم تعلقات میں پیدا ہونے والے خلفشار کا بھی سامنا ہے۔ دونوں فریق باہم نالاں ہیں اور مہم جوئی تھمتی ہوئی دیکھائی نہیں دے رہی، بہت سے مسلم خاندانوں میں رابطے کا فقدان، آپسی تنازعات، اور میاں بیوی کے درمیان غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں اور بعض اوقات یہی اختلاف جذباتی دوری، طلاق، یا غیر شائستہ تعلقات کا باعث بھی بن سکتا ہے۔

مسلم سماج میں موجود خاندانوں کو ہمہ وقت سیرت نبوی ﷺ کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ آپ ﷺ نے شادی میں باہمی احترام، احسان اور افہام و تفہیم کی اہمیت پر زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لأَهْلِي مِنْ بَعْدِي[14]

تم میں سے بہتر وہ ہے جو میرے بعد میرے اہل و عیال کے لیے بہترین ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا

"أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا" وَخَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِمْ[15]

سب سے کامل ایمان والا مؤمن وہ ہے، جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور تمھارے اندر سب سے اچھا انسان وہ ہے، جو اپنی عورتوں کے حق میں سب سے اچھا ہو۔

مسلم زوجین کو آپس میں گفتگو، صبر و تحمل اور ایک دوسرے کے لیے احترام کو ترجیح دینی چاہیے۔ اپنی بیویوں کے ساتھ نرمی اور سمجھداری سے پیش آنے کے متعلق نبی کریم ﷺ کی مثال میاں بیوی کو حکمت اور ہمدردی کے ساتھ تنازعات کو حل کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ معاشرتی سطح پر موجود ذمہ داران کی طرف سے باقاعدہ مشاورت یا ثالثی جوڑوں کو مشکل مسائل سے نمٹنے میں معاونت فراہم کرنے کے لیے بے لوث خدمتی مراکز بنانے چاہیے تاکہ زوجین کے تعلقات کو بروقت مشاورت فراہم کی جاسکے اور رشتوں کو ٹوٹنے سے بچایا جاسکے۔ مزید برآں، باقاعدگی سے اظہار تشکر اور باہم عزت و احترام کا عمل ازدواجی بندھن کو مضبوط بنا سکتا ہے۔

2۔ والدین کی ذمہ داری اور اولاد کی مصروفیت

تربیت اولاد! ایک ہمہ وقت جاری و ساری رہنے والا دشوار گزار مرحلہ ہے جو ایک بار رحمتِ خداوندی سے شروع ہو جائے تو والدین تادم مرگ اس ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتے حتی کہ اُن کی اولاد بھی بڑھاپے کی عمر کو ہی کیوں نہ پہنچ جائے وہ پھر بھی والدین کے بچے ہی رہیں گے اور انہیں اسی نظر سے ہی دیکھا جائے گا لیکن عصر حاضر کی مصروف زندگی نے جہاں بچوں کے معمولات زندگی کو تبدیل کیا ہے وہاں والدین کی روزمرہ زندگی بھی متاثر ہوئی ہے۔ پہلے کی نسبت اب والدین کو زیادہ تگ و دو کرنی پڑھ رہی ہے اور گھریلو معاملات کو احسن طریقے سے چلانے کے لیے افراد خانہ باہمی تعاون کے ذریعے معاشی امور کو کامل صورت میں پایہ تکمیل تک پہچانے میں مگن دیکھائی دیتے ہیں۔

اس طرزِ زندگی نے اولاد کی تربیت پر خاصا منفی اثر مرتب کیا ہے، چونکہ والدین کو گھر کے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے دن ورات محنت کرنی پڑھ رہی ہے لہذا اسی کے سبب بچوں کو وہ وقت و توجہ نہیں دی جارہی جو کہ ان کا بنیادی حق ہے لہذا بچے والدین سے روحانی تعلق ہونے کے باوجود جسمانی لحاظ سے کسی اور مقام کی طرف منتقل ہو رہے ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ ایک ایسا وقت بھی آتا ہے کہ والدین پر بڑھاپا غالب آرہا ہوتا ہے اور بچے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ رہے ہوتے ہیں اور ان کی زندگیوں میں والدین کا کردار صرف ضروریات زندگی کو

پورا کرنے والے صارف کی سی رہ جاتی ہے اور جب والدین کے ہوش حواس سنبھلتے ہیں تو زمانہ قیامت کی چال چل چکا ہوتا ہے اور پانی پلوں کے نیچے سے گزر چکا ہوتا ہے کیونکہ اب پچھتائے کیا ہوت۔ جب چڑیاں چگ گئی کھیت۔

لہذا! یہ ایک اہم سماجی مسئلہ ہے کہ مسلم سماج میں کچھ مسلمان والدین کام، ذاتی زندگی، اور بچوں کی پرورش میں توازن پیدا کرنے میں جدوجہد کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ان کے بچوں کی زندگیوں میں شمولیت کی کمی ہو سکتی ہے، جس کے نتیجے میں والدین اور بچوں کے کمزور تعلقات اور بچے اسلامی اقدار سے دور ہو جاتے ہیں۔ فرمان نبی کریم ﷺ نے بچوں کو صحیح رہنمائی فراہم کرنے اور اچھی مثال قائم کرنے کی اہمیت پر زور دیا ہے کہ:

أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالإِمَامُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِهِ وَهوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْؤُولَةٌ عَنْهُمْ، وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهوَ مَسْؤُولٌ عَنْهُ، أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ [16]

آگاہ ہو جاؤ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پس امام! لوگوں پر نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا۔ مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا اور عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کے بچوں کی نگہبان ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال ہو گا اور کسی شخص کا غلام اپنے سردار کے مال کا نگہبان ہے اور اس سے اس کے بارے میں سوال ہو گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پرسش ہو گی۔

لہذا والدین کو اپنے بچوں کی زندگیوں میں فعال طور پر شامل ہونا چاہیے، بامعنی بات چیت کے لیے وقت نکالنا چاہیے، انھیں اسلامی اقدار سکھانے چاہیے اور جذباتی و روحانی سطح پر معاونت فراہم کرنی چاہیے۔ بچوں کی جسمانی اور جذباتی ضروریات کو پورا کرنے پر نبی کریم ﷺ کی تاکید والدین کی پرورش کے ماحول کو فروغ دینے میں رہنمائی کرتی ہے۔ اس بات کو یقینی بنانا کہ بچوں کو صحیح اسلامی تعلیم ملے، ساتھ ساتھ انہیں بہتر طرز پر زندگی بسر کرنے کے ہنر بھی سکھانے سے، انہیں ذمہ دار اور متوازن افراد کے طور میں پروان چڑھنے میں مدد ملے گی۔

3۔ مالی مشکلات اور معاشی جدوجہد

معاش وذریعہ معاش، کسی بھی فرد، خاندان اور معاشرے کے لیے ریڑھ کی ہڈی جیسی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے بغیر انسان کی بقاء تقریباً ناممکن ہے اور اگر معاملہ اجتماعی صورت کا ہو تو یہ پہلو اور بھی زیادہ گھمبیر ہو جاتا ہے کہ انفرادی سے لے کر اجتماعی سطح تک سبھی امور اسی کے گرد گردش کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کی افادیت سے انکار ممکن نہیں گو کہ اس پر کامل انحصار کرنا اور صرف اسی کے حصول کے لیے انسان کا دن ورات تگ ودو کرتے رہنا درست طرزِ عمل نہیں لیکن اس کے ہونے یا نہ ہونے سے بہت سارے تعلقات میں اتار وچڑھاؤ پلک جھپکنے میں تبدیل ہو جاتا ہے لہذا جہاں دیگر اشیاء ضرور یہ انسان کی بقاء کے لیے لازمی ہیں وہیں معاش وذریعہ معاش کا درست ہونا بھی از حد اہمیت کا حامل ہے۔

لیکن اس کا زیادہ تر انحصار افراد کی ذاتی کاوشوں پر ہوتا ہے کہ بعض اوقات کچھ خاندانی افراد مالی لحاظ سے مستحکم ہوتے ہیں لیکن کسی دوسرے پہلو سے کمزور دیکھائی دیتے ہیں اور اسی طرح کچھ افرادِ معاشرہ مالی لحاظ سے شدید مشکلات کا شکار ہوتے ہیں لیکن کسی اور پہلو کے لحاظ سے اول الذکر کی نسبت بہتر صورت حال میں ہوتے ہیں جیسا کہ اگر مالی استحکام ہے لیکن جسمانی لحاظ سے کوئی ضعف ہو سکتا ہے اور اسی طرح جسمانی لحاظ سے انسان تندرست ہے تو مالی لحاظ سے مشکلات میں پھنسا ہوا ہے اور اگر اسی بات کو مزید وسعت دی جائے تو مالی وجسمانی لحاظ سے ضعف ہے تو ذہنی لحاظ سے خالق ومالک نے زرخیزی عطا فرمائی ہوئی ہے لہذا حتمی لحاظ سے یہ کہنا کہ سبھی افراد یکساں نوعیت کی خاصیات سے متصف ہیں یا ہوں گے تو ایسا ممکنات میں سے نہیں۔

دوسری طرف آج کے مسلم سماج میں مال و معاش کے لحاظ سے جو ذہنی الجھن پائی جارہی ہے وہ یہی ہے کہ افراد معاشرہ نے ان اصطلاحات سے صرف سے کرنسی کو مراد لیا ہوا ہے جبکہ اسلامی لٹریچر میں مال و معاش کا متبادل لفظ رزق وسیع تر معنوں میں مستعمل ہے کہ جس کے معنوی بحث نے انسان کی کامل زندگی کا احاطہ کیا ہوا ہے پھر چاہے وہ خود کی ذات یعنی جسمانی وذہنی صحت کی بات ہو یا مالی ومعاشی سرگرمیوں کا معاملہ ہو یا افراد معاشرہ کا باہم لین ودین کا سلسلہ ہو یہ تمام ودیگر پہلو معاش سے ہی تعلق رکھتے ہیں جو مال میں اضافے کا سبب بنتے ہیں اور کچھ دیگر معاشی ذرائع کو انسان کی رسائی تک لانے کا ذریعہ بنتے چلے جاتے ہیں اور یوں سرمایہ کا چکر چلنے لگتا ہے اور فرد، خاندان اور سماج کی اجتماعی صورت حال میں بہتری آتی جاتی ہے۔

لیکن اسی موضوع کا ایک تیسرا پہلو بھی ہے جو آج کے مسلم سماج کو درپیش ہے اور وہ یہ ہے کہ عصر حاضر میں مسلم معاشرے مختلف ملکوں اور علاقوں میں تقسیم ہیں اور ان ملکوں وعلاقوں کے مقامی وسائل کی دستیابی بتاتی ہے کہ اگر اُن وسائل میں لوگوں کو شامل کیا گیا ہے تو ان کی مالی حالت میں بہتری آتی جائے گی اور اگر اُن وسائل پر قابض افراد کا اولین مقصد

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

صرف زر وزمین ہے تو مقامی آبادی تنگدستی وپستی کا ہی شکار رہے گی لہذا آج کے مسلم خاندانوں اسی طرح کے پسِ منظر سے تعلق رکھنی کی وجہ سے مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو خاندانی زندگی پر تناؤ اور تنازعات کو جنم دینے کا باعث بنتے ہیں۔ معاشی دباؤ انسان کے عدم تحفظ اور روحانی ذمہ داریوں سے غفلت کا باعث بن سکتا ہے۔ اسلام سکھاتا ہے کہ دولت اللہ کی امانت ہے اور ایک خاندان کو اپنے طرز زندگی میں قناعت اور اعتدال کو ترجیح دینی چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ، وَرُزِقَ كَفَافًا، وقَنَّعَهُ اللهُ بِمَا آتاهُ [17]

وہ کامیاب ہوا جس نے اسلام قبول کر لیا، اسے رزق دیا گیا اور اللہ نے جو کچھ دیا اس پر راضی رہا۔

ایک اور مقام پر ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ

خُذِي مِنْ مَالِهِ بِالْمَعْرُوفِ، مَا يكفيك ويكفي بنيك[18]

مناسب انداز سے اس کے مال میں سے اتنا لے لو، جو تمھارے اور تمھاری اولاد کے لیے کافی ہو۔

لہذا خاندانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پاس موجود چیزوں سے مطمئن رہنے پر توجہ مرکوز کریں اور اپنی ضروریات کو خواہشات پر ترجیح دیں۔ باقاعدگی سے صدقات خیرات کو زندگی لازمی جزو بنائیں اور مشکل وقت میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کی خود میں ہمت پیدا کریں، اسلام مالی ذمہ داری کی ترغیب دیتا ہے، فضول خرچی سے گریز کرنے کی اہمیت کا اجاگر کرتا ہے، اور اچھے اور برے دونوں وقتوں میں ایک دوسرے کا ساتھ دینے کی کوشش کرتا ہے۔ خاندانوں کو مالیاتی ماہرین یا معاشرے میں موجود رہنماؤں سے رہنمائی حاصل کرنے پر بھی غور کرنا چاہیے تاکہ وسائل کو زیادہ مؤثر طریقے سے منظم کرنے میں مدد مل سکے۔

4۔ چیلنجنگ ماحول میں والدین کی ذمہ داریاں

زمانہ قریب میں ایسے فتنے ظہور میں نہیں آئے تھے جو آج کی نوجوان نسل اور نوخیز اذہان کو درپیش ہیں۔ پہلے پہل تدریسی نظام میں ماں کی گود، گھر کا ماحول، مسجد و مدرسہ یا اسکول کی چار دیواری جیسے عوامل شمار کیے جاتے تھے، ان تدریسی ذرائع سے فراغت کے بعد جو وقت بچ جاتا تو طلبہ وطالبات اپنے اپنے من پسند مشاغل میں مصروف ہو جاتے، طلبی مختلف کھیلوں جیسے کہ گلی ڈنڈا، گیند وبال، فٹ بال یا دیگر مقامی و تفریحی کھیلوں میں شمولیت اختیار کرتے اور ایک صحت مندانہ سرگرمی سے دن کا اختتام کیا جاتا اور اسی طرح طالبات بھی امور خانہ داری میں گھر کی بزرگ عورتوں کے ساتھ ہاتھ بٹاتیں اور مستقبل کی تیاری کے ساتھ ساتھ اپنے اضافی وقت کا بہترین مصرف سیکھتیں۔

لیکن آج کے دور میں جب ٹیکنالوجی نے گھر گھر میں ڈیرے ڈال رکھے ہیں، بچے و بوڑھے تک جس کے اثرات سے محفوظ نہیں اور پھر تحدیات سے مبرّاوہ تمام مواد سبھی کے لیے بلاروک وٹوک ہمہ وقت موجود ہے جو کبھی شجر ممنوعہ شمار کیا جاتا تھا، پہلے زمانوں میں اگر کوئی کم سِن غلطی کرتا تو معاشرے کے سبھی افراد اپنی بنیادی ذمہ دار ہی سمجھتے ہوئے اپنے اپنے وقت میں اصلاح کرنے کی سعی کرتے اور مطلوبہ فرد کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے، جب سے شتر بے مہار ٹیکنالوجی کا استعمال بڑھا ہے اور پرائیویسی کو ذاتی معاملہ قرار دے لیا گیا ہے نوجوان نسل راہ ہدایت سے کوسوں دور ہوتی جا رہی ہے کیونکہ درسی کتب کے مطالعہ کے بعد جو فارغ وقت بچتا ہے وہ موبائل یا ٹیکنالوجی کے سپرد ہو جاتا ہے، جس کے استعمال میں کسی کے لیے بھی کوئی پابندی نہیں لگائی جاتی اور اگر کہیں لگائی بھی جائے جو کہ اب ویسی آوازیں بہت کم ہوتی جا رہی ہیں تو انہیں دقیانوسی قرار دے کر دھتکار دیا جاتا ہے اور وہ ضعیف ونحیف آوازیں اپنی عزتِ نفس کے تحفظ کی خاطر خاموشی اختیار کرتی جا رہی ہیں جس کے سبب موجودہ نسل اپنے ہی ہاتھوں سے خیر کا دروازہ بند کرتی جا رہی ہے جس کا اندازہ شائد ابھی کچھ عرصہ نہ ہو سکے۔

لیکن جیسے جیسے سپیدی جوانی کی دہلیز پر دستک دینے لگتی ہے ویسے ویسے احساس عزت نفس اجاگر ہونے لگتا ہے اور یہ گمان دامن گیر ہوتا جاتا ہے کہ آئندہ کی نسل اسلاف کی عزت نہیں کرتی لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے اور طوفان بدتمیزی نسلوں میں سرایت کر چکا ہوتا ہے اور یہی چیلنج آج کے والدین یا خاندان کو درپیش ہے کہ وہ ان تمام عصری مسائل کے ہوتے ہوئے کیسے نوخیز اذہان کی مثبت و تعمیری انداز میں تربیت و پرورش کر سکیں؟ اور پھر ایسی دنیا میں بچوں کی پرورش کرنا جو اکثر منفی اثرات سے بھری پڑی ہے جیسے کہ انسان کے دوستوں کی طرف سے بعض اوقات دباؤ کا سامنا کرنا، نامناسب حالت میں میڈیا کے سامنے آنا، اور اسلامی تعلیمات کے منافی معاشرتی اقدار وغیرہ جیسے عناصر سے نبر آزما ہونا مسلم والدین کے لیے ایک مشکل کام ہو سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مضبوط اسلامی اقدار کے ساتھ بچوں کی پرورش کے لیے واضح رہنمائی فراہم کی۔ فرمایا:

مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ [19]

اپنے بچوں کو جب وہ سات سال کے ہو جائیں تو نماز پڑھنے کا حکم دیں اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھیں تو انہیں مارو اور ان کے بستر الگ کر دو۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

لہذا والدین کی یہ اہم ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنے بچوں کے لیے چھوٹی عمر سے ہی اسلامی تعلیمات کی مضبوط بنیاد رکھیں۔ اس میں انہیں نماز، قرآن حکیم پڑھنے اور اسلامی اخلاقیات کو سمجھنا و سکھانا شامل ہونا چاہیے، مثال کے طور پر رہنمائی کرنے کا پیغمبرانہ طرز عمل، خاص طور پر ایمان کے معاملات میں، ایک اہم اسوہ حسنہ فراہم کرتا ہے۔ والدین کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ بات چیت کے لیے وقت نکالیں، اسلامی تشخص کے مضبوط احساس کے ساتھ جدید چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے ان کی رہنمائی کریں۔ ایسا ماحول پیدا کرنا ضروری ہے جو انہیں نقصان دہ اثرات سے بچاتا ہو اور پھر بھی انہیں معاشرے کے ساتھ متوازن اور باعزت طریقے سے بات چیت کرنے کی ترغیب دیتا ہو۔

5۔ شرح طلاق اور خاندانی نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار

مرد و عورت کا تعلق روزِ اول سے ہی خالق انساں نے انس و مودّت والا رکھا ہے۔ ان دونوں کی تخلیق ہی اس انداز میں کی گئی ہے کہ یہ ایک دوسرے کے بغیر ادھورے و مضطرب اور باہم مل کر پوری کائنات کی رنگینیاں سمٹ کر ان کے دامن میں آجاتی ہیں۔ مالک کون و مکاں نے جب خود ارشاد فرمایا دیا کہ

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ۔[20]

لوگوں کے لیے آراستہ کی گئی ان خواہشوں کی محبت عورتیں اور بیٹے اور تلے اوپر سونے چاندی کے ڈھیر اور نشان کیے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی۔

تو باقی تمام تشریحات و تعبیرات بے معنی سے ہو کر رہ جاتی ہیں اور دیکھا جائے تو یہ وہ تعلق ہے جس کے بارے میں سبھی مذاہب میں قواعد و ضوابط منضبط کئے گیے ہیں تا کہ جب اِن دونوں کا شریعی تعلق قائم ہو تو اس کی بنیاد ایک طرف جہاں خالق دوجہاں کے نام پر ہو اور دوسری طرف رشتہ ازدواج کے بندھن میں بندھنے کے بعد یہ ایک دوسرے کے لیے وجہ راحتِ قلب و جاں بھی بن جائیں جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے کہ

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ[21]

وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو ۔

اور عصر حاضر میں اسی تعلق کو پارہ پارہ کرنے کے لیے ہر طرح کی کدو کاوش کو بروئے کار لایا جارہا ہے۔ وہ تمام سازشیں خوبصورت لبادہ میں انسانوں کے سامنے پیش کی جارہی ہیں جن کے منطقی انجام میں رشتہ زوجین منقطع ہو جاتا ہے اور معاشرے کی بنیادی اکائی یعنی کہ خاندان کے تارو پود کو ادھیڑ کر رکھ دیا جاتا ہے۔ فریقین کو اس بات کا حق الیقین دلانے کی سر توڑ کوشش کی جاتی ہے کہ دنیا و مافیھا کے تمام مشکلات کی جڑ یہی زوجین کا تعلق ہے جیسے ہی فریقین اس رشتے سے آزاد ہوں گے، کائنات کی رونقیں ان کی قدم بوسی کرنے کے لیے دوڑتی چلی آئیں گیں لیکن جب یہ رشتہ توڑ دیا جاتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد حالات پہلے سے بھی ابتر ہونے لگتے ہیں تو تب جا کر کبھی کبھی احساس زیاں انگڑائیاں لینے لگتا ہے کہ وہی حدود و قیود ہی بقاء باہمی کے لیے مفید تھیں جن سے آزادی حاصل کرنے کی خاطر زمین و آسماں کے قلابے ملا دیے گیے لیکن اُس آنگن کو پہلے کی طرح آباد کرنے کے لیے حسب سابق سبھی وسائل دستیاب نہیں ہو پاتے اور حسرت و امید کا ایک خشک دریا آنکھوں میں بہتا رہتا ہے جو کبھی کبھار زرخیزی کی آس لیے ہی دار فانی سے کوچ کر جاتا ہے۔

عصر حاضر میں دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ مسلم سماج کو طلاق اور خاندانی نظام کی ٹوٹ پھوٹ جیسے چیلنجز کا بھی سامنا ہے کیونکہ مضبوط سماج کا انحصار خاندانی نظام کی آپس میں قوی گرفت پر منحصر ہوتا ہے لہذا جب سے مسلم کمیونٹیز میں طلاق کی شرح بڑھ رہی ہے، تب سے خاندان ٹوٹ رہے ہیں، والدین اور بچوں دونوں کے لیے جذباتی پریشانی اور سماجی بدنامی کی شرح بڑھتی جارہی ہے۔ جس کے لیے سنت نبوی اکرم ﷺ سے ہی رجوع کیا جانا فلاح و اصلاح کا بہترین طریقہ ہے اور اس معاملے کے حوالے سے یہ بات ذہن نشین رہے کہ طلاق کا عمل، اسلام میں جائز ہے، ترجیح نہیں ہے اور اسے آخری حربہ کے طور پر بروئے کار لایا جانا چاہیے نہ کہ آغاز ہی اس سے کیا جائے۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارکہ ہے کہ

أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى الطَّلَاقُ[22]

اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔

لہذا شرح طلاق کو کم کرنے کے لیے احتیاط کے دامن کو ہاتھ سے ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیے اور مرحلہ وار اس پر عمل کیا جانا چاہیے تا کہ رجوع کرنے اور تعلقات کو دوبارہ بحال کرنے کا راستہ کھلا رہے اور پہلے ازدواجی مسائل کو مشاورت، صبر اور باہمی افہام و تفہیم کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کی جانی چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے صلح کی حوصلہ افزائی کی اور طلاق کا انتخاب کرنے سے پہلے شادی کو کامیاب ہونے کا ہر موقع فراہم کیا۔ اگر طلاق واقع ہو جاتی ہے تو اس کے باجود اولاد کی تربیت و پرورش کا ذمہ داری ساکت نہیں ہو جاتی۔ وہ بہر حال ادا کرنی ہی پڑتی ہے لہذا زوجین کو اپنے بچوں کی بھلائی کو ترجیح دینی چاہیے، ایک صحت مند شریک والدین کے تعلقات کو برقرار رکھنا چاہیے جو باہمی احترام اور مہربانی پر مبنی ہو۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

6۔علاقائی وثقافتی تفاوت کے اثرات

آج کے دور میں چونکہ دنیا کو ایک گلوبل ویلج کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان دنیا میں کہیں بھی موجود ہو وہ دوسرے کنار اور دور دراز علاقوں میں رہنے والوں سے پلک جھپکنے میں روابط قائم کر سکتا ہے اور باہمی گفت وشنید کو ویسے ہی سرانجام دے سکتا ہے جیسے اس کے گھر، گلی، محلے یا علاقے میں رہنے والے افراد کے ساتھ کلام کرتا ہے ۔گلوبل ویلج بننے کے باعث جہاں آج کے انسان کے سامنے بہت سارے فوائد وسہولیات کے دروا ہوتے ہیں وہیں کئی مصائب بھی دامن گیر ہو رہے ہیں۔ایک طرف انسان مختلف ومتضاد انسانی رویوں وثقافتوں سے آشنا ہو رہا ہے اور ایکدوسرے کے قریب ہوتا جارہا ہے وہیں زندگی کے ہمسفر کے انتخاب میں بھی بہت ساری کوتاہیاں برتنے لگا ہے۔

سوشل میڈیا کے ذریعے دور دراز کے علاقوں میں بسنے والوں سے تعلقات کو بسرعت جوڑا جارہا ہے لیکن اس کے ساتھ مقامی روایات واخلاقیات کا تفاوت ہونے کے سبب اختلافات بھی پیدا ہونے لگے ہیں۔فریقین ظاہری شکل وصورت دیکھنے و پرکھنے کے بعد رشتہ ازدواج میں منسلک تو ہو جاتے ہیں لیکن جیسے جیسے وقت گزرنے لگتا ہے اور فطری اختلافات واضح تر ہوتے جاتے ہیں تو خوابوں میں بسے سنہرے جہاں کا منظر، سراب دیکھائی دینے لگتا ہے جس کے نتیجے میں شائد زوجین کی ذہنی کیفیت تو اس قدر متاثر نہ ہونے پائے۔لیکن اگر اُس جوڑے کی اولاد ہے تو اس کی تربیت وپرورش انتہائی بری طرح متاثر ہونے لگتی ہے کیونکہ فریقین میں سے ہر کوئی فرد یہی چاہیے گا کہ اس کی روایات کے مطابق اولاد پروان چڑھے اور زندگی گزارنے کے طور طریقے سیکھے، کبھی کبھار اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے کہ زوجین میں ذہنی ہم آہنگی اس قدر وسیع ہو کہ وہ ان فروعی اختلافات کو پرکاہ کی وقعت ہی نہ دیں لیکن سماجی اختلافات کا اثر ایکبار وقوع پذیر ہونے لگ جائے تو تعلقات کا منقطع ہونا از حد ضروری ہو جاتا ہے جس کے بُرے اثرات سے اولاد بہر حال متاثر ہوتی ہے اور خاندانوں کے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں۔

بہت سے مسلم خاندانوں میں، خاص طور پر وہ لوگ جو جدید معاشروں میں رہ رہے ہیں، والدین اور بچوں کے درمیان نسلی فرق بڑھتا جارہا ہے۔والدین اکثر اپنے بچوں کو درپیش جدید چیلنجز اور دباؤ سے متعلق جدوجہد کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، خاص طور پر ان کی پرورش اور ان کے بچوں کے درمیان ثقافتی فرق کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرنے کی سرتوڑ کوشش کی جاتی ہے۔لہذا یہ ایک ایسا سماجی مسلہ ہے جس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا اور سیرت نبوی کی روشنی میں اس کا تدارک ڈھونڈا جائے تو فرمانِ عالیشان ہے کہ

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا [23]

اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھیں قومیں اور قبیلے بنایا تا کہ تم آپس میں پہچان رکھو

فرمان نبوی ﷺ ہے کہ

فَاتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اللهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللهِ وَإِنَّ لَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ فَإِنْ فَعَلْنَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔[24]

لوگو! عورتوں کے بارے میں میری وصیت قبول کرو، وہ تمہاری زیر نگین ہیں، تم نے ان کو اللہ کے عہد پر اپنی رفاقت میں لیا ہے، تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ گھر میں کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس کا آنا تمھیں ناگوار ہے اگر ایسا کریں تو تم انہیں ہلکی مار، مار سکتے ہو، تم پر انہیں کھلانا اور پلانا فرض ہے۔

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ والدین اور بزرگوں کو نوجوان نسل کے نقطہ نظر اور چیلنجوں کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔انہیں کھلی، غیر فیصلہ کن گفتگو میں مشغول کیا جانا چاہیے، حکمت اور اسلامی اصولوں پر مبنی مشورے اور رہنمائی پیش کرنی چاہیے۔مزید برآں، خاندان کے چھوٹے افراد کو اپنے بزرگوں کے علم اور تجربے کا احترام کرنا چاہیے۔باہمی افہام وتفہیم اور صبر وتحمل، نسل در نسل تقسیم کو ختم کرنے اور ایک صحت مند خاندانی نظام میں تحریک کو فروغ دینے کی کلید ہیں۔

7۔خاندان اور معاشرے میں خواتین کا کردار

روزِ اول سے ہی خالق انسان نے مرد وعورت کا جوڑا بنایا اور جہاں تخلیقی اہداف مختلف متعین کئے وہی اِن دونوں کا باہم امتزاج ہی باعث تسکین بنایا۔کارکردگی کے لحاظ سے دونوں کے میدان کارزار مختلف ہونے کے باوجود آپس میں ان کا تعلق از حد ضروری ہے۔ایک کو محنت ومشقت کا عادی بنایا تو دوسرے کو اسی محنت ومشقت سے تھکے ہارے کے لیے راحتِ قلب وجاں بنایا۔ایک کے لیے دہلیز سے باہر کا جہاں مسخر کر رکھا ہے تو دوسرے کو دہلیز کے اندر کا جہاں سمیٹ کا ایک نئی دنیا آباد کرنے کا فن سونپ رکھا ہے لیکن ایک طرف جہاں دونوں کے لیے علیحدہ علیحدہ حدود وقیود مقرر کی گئی ہیں وہی کچھ مشترکات بھی ہیں جن میں مرد وزن کا بحیثیت جنس کسی بھی قسم کا تفاوت نہیں۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

جیسا کہ اگر تعلیم حاصل کرنا ایک مرد کے لیے ضروری ہے تو اُس سے بھی زیادہ ایک عورت کے لیے اہمیت کا حامل عمل ہے کیونکہ مرد کے سنورنے سے صرف ایک فرد کی اصلاح جڑی ہوتی ہے لیکن ایک عورت کی بہترین پرورش کی جائے تو کئی نسلیں آباد ہو سکتی ہیں لہذا یہاں دونوں کا مقام و مرتبہ یکساں نوعیت کا ہے۔ دوسرا پہلو کہ جس طرح مرد کو کارِ حیات جاری رکھنے کے لیے سلسلہ روزگار کا اختیار کرنا لازمی امر ہے جس کے لیے ملازمت یا تجارت کا شعبہ اختیار کیا جاتا ہے تو بحسب ضرورت ایک عورت کو بھی ملازمت یا تجارت کا مکمل اختیار ہونا چاہیے جس کی واضح مثالیں اسلامی لٹریچر سے ملتی ہیں اور اسی طرح وراثت کا قانون ہے کہ جہاں ترکہ میں مرد کو جو حصہ ملتا ہے وہیں اسلام نے عورت کے لیے بھی حصہ مقرر کیا ہے۔

الغرض دونوں کے لیے مشترک و متضاد جہاں آباد ہیں جس کے لیے دونوں کو صلاحیت کے مطابق مواقع فراہم کیے جانے چاہیے لیکن آج کے مسلم سماج میں کچھ خاندانی لحاظ سے عورت کو وہ حقوق فراہم نہیں کیے جا رہے جو اسلام نے اس کے لیے بنیادی طور پر مقرر کر رکھے ہیں جس کے پس منظر میں ذاتی عناد کا عمل دخل ہو سکتا ہے لہذا عصر حاضر کے مسلم سماج کا سرسری نظر سے مشاہدہ کیا جائے تو مذکورہ بالا مسائل سے مسلم عورت نبرد آزما ہے جس کے لیے اسلامی نقطہ نظر کے مطابق سیرت طیبہ سے روشنی حاصل کی جانی چاہیے تاکہ مرد و عورت کے اس تفاوت کی بڑھتی ہوئی خلیج کا کم کیا جا سکے اور معاشرے کو راہ اعتدال پر گامزن کرنے میں معاونت حاصل ہو سکے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے خاندان اور معاشرے دونوں میں خواتین کو با اختیار بنانے کی اہمیت پر زور دیا۔ جیسا کہ

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ [25]

علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔

وَخَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِمْ [26]

تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لیے بہترین ہو۔

لہذا! خواتین کو بیویوں اور ماؤں کے طور پر ان کے کردار کے مطابق تعلیم حاصل کرنے، اجتماعی زندگی میں حصہ لینے اور معاشرے کی بھلائی میں حصہ ڈالنے کی ترغیب دی جانی چاہیے۔ سربراہ خاندان کو چاہیے کہ خواتین کی فطری صلاحیتوں کے مطابق انہیں پورا کرنے میں مدد کرنی چاہیے، جبکہ وہ خاندان کے اندر جو اہم کردار ادا کرتی ہیں ان کا احترام کرتے ہوئے سنت نبوی کے مطابق تربیت دی جانی چاہیے کہ اس طرز عمل سے ایک صحت مند خاندانی ڈھانچہ باہمی احترام پر استوار ہوتا ہے، جہاں جنس سے قطع نظر خاندان کے تمام افراد کی شراکت کو قدر اور احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

خلاصہ بحث

آج مسلم خاندانوں کو مختلف چیلنجز کا سامنا ہے جن پر توجہ اور دیکھ بھال کی ضرورت ہے، جس کے لیے سیرت نبوی ﷺ کی تعلیمات محبت، احترام، صبر و تحمل اور باہمی ذمہ داری پر مبنی لازوال حل پیش کرتی ہیں۔ صحت مند خاندانی سرگرمیوں کو برقرار رکھنے، کھلی بات چیت کو فروغ دینے، اور ہمدردی اور سمجھ بوجھ کے ساتھ اپنے متعلقہ کرداروں کو نبھانے میں نبی کریم ﷺ کی مثال پر عمل کرتے ہوئے، مسلم خاندان عصری مسائل کو اپنے عقائد کے مطابق چلا سکتے ہیں۔ ازدواجی مسائل، والدین کی جدوجہد، معاشی مشکلات اور سماجی دباؤ سے نمٹنے کے لیے سرگرم کوششوں کے ذریعے، مسلمان خاندان اپنے رشتوں کو مضبوط بنا سکتے ہیں اور آج کی دنیا میں ترقی کر سکتے ہیں۔

مبحث سوم: سماجی نظام کو درپیش مسائل

مقالہ کے تیسرے پہلو کہ مسلم سماج کو درپیش سماجی چیلنجز کا تذکرہ کیا جائے تو دنیا بھر کے مسلم معاشروں کو مختلف قسم کے مسائل کا سامنا ہے، جس کی تشکیل اندرونی اور بیرونی دونوں عوامل سے ہوتی ہے۔ یہ مسائل سماجی اور معاشی مسائل سے لے کر سیاسی عدم استحکام اور معاشرتی اقدار کی پہچان کے فقدان تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اگرچہ چیلنجز مختلف نوعیت کے ہیں، لیکن سیرت نبوی ﷺ کی تعلیمات، ان سے حکمت، ہمدردی اور دیانتداری کے ساتھ نمٹنے کے بارے میں لازوال رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ ذیل میں عالمی سطح پر مسلم معاشروں کو درپیش چند اہم مسائل سیرت نبوی کی روشنی میں مذکور کیے گیے ہیں۔

1۔ طبقاتی تفاوت و عداوت

تقسیم، تفریق، اختلاف اور منفرد ہونا، یہ تمام پہلو سماج کے مثبت و تعمیری عناصر ہو سکتے ہیں اگر انہیں درست انداز میں بروئے کار لایا جائے۔ یہ عناصر ہر معاشرے کا حسن بھی بن سکتے ہیں اگر ان کی تزین و آرائش بہتر طور پر کی جائے کیونکہ اسی کے سبب سوچ کے در بھی وا ہوتے ہیں اور عوامل کی اصلاح بھی ممکن ہو پاتی ہے اگر ان ذرائع کا قلع قمع کر دیا جائے تو انسان

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

انفرادی سے لے کر اجتماعی سطح تک جمود کا شکار ہو جائے اور آہستہ آہستہ خودی کے اختراع کردہ نظام سے اُکتا جائے اور یہ نوبت متنفر ہونے کی حد تک بھی جاسکتی ہے لیکن دیکھا جائے تو سماج کے تاروپود کے درمیان کہیں ہم آہنگی ممکن ہو پائی ہے تو اس کے پسِ منظر میں یہی اختلافی نقطہ فکر ہی کارفرما نظر آیا ہے کیونکہ بعض افراد نے اسی اختلاف کو قبول بھی کیا ہو گا اور بعض افراد نے اپنی فکر کو حتمی جاننے کے باوجود اتحادی سوچ کو پروان چڑھانے کی خاطر دوسروں کی رائے کو فوقیت دی ہو گی اور اسے قبول کیا ہو گا۔

یہی طرز عمل ہی خاندان، اقوام اور سماج کے درمیان اتحاد کو فروغ دینے کا بہترین ذریعہ ہے لیکن عصر حاضر میں مسلم سماج کا سرسری سا مشاہدہ کیا جائے تو تقسیم و تفریق کی ایک انتہائی گہری خلیج حائل ہوتی نظر آتی ہے جو مستقبل قریب میں بھی پُر ہوتی دیکھائی نہیں دیتی۔ وہ خلیج چاہیے مذہبی فکر کے حوالے سے ہو یا مسلکی لحاظ سے، ملکی لحاظ سے ہو یا قومی لحاظ سے، علاقائی لحاظ سے ہو یا وطن کے حوالے سے، ہر گزرتے دن کے ساتھ وہ زیادہ گھمبیر ہوتی جارہی ہے کیونکہ سبھی فریقین کا ذاتی مفاد اسی میں پنہاں ہے، کسی کو خود کا مسلک پروان چڑھانا ہے اور کسی کو خود کی ذاتی فکر عزیز تر ہے، کسی کو وسائل کا گھمنڈ ہے اور کسی کو قومیت کا، کسی کو اپنا زورِ بازو گروہی جہاد کی صورت میں زیادہ مضبوط نظر آتا ہے اور کسی کو اغیار کی طرف سے دی گئی امداد میں اپنوں کی نسبت دوسروں کی شکل بہتر دیکھائی دیتی ہے۔

الغرض انفرادی سے لے کر اجتماعی سطح تک سبھی درجات میں کہیں متفقہ فیصلہ اس وقت مسلم سماج کے افراد کو سوجھائی نہیں دے رہا سبھی طبقات میں اختلاف اپنی جڑیں مضبوط کر چکا ہے اور یہی افتراق ہی آج کے مسلم سماج کا پہلا اور بنیادی چیلنج ہے جس سے نبرد آزما ہونا پڑے گا کیونکہ مسلم معاشروں کو اکثر فرقہ واریت، نسلی اختلافات، یا ثقافتی تقسیم جیسے عوامل کی بنیاد پر اندرونی تقسیم کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ یہ تقسیم کمیونٹی کے اتحاد کو کمزور کرتی ہیں اور تنازعات، سماجی بدامنی اور سماجی ہم آہنگی کے ٹوٹنے کا باعث بنتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اتحاد کی اہمیت پر زور دیا اور تفرقہ سے خبردار کیا کہ

مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى[27]

مومنین کی باہمی محبت، رحمدلی اور ہمدردی کی مثال ایک جسم کی سی ہے، جب اس کا ایک حصہ بیمار ہوتا ہے تو باقی جسم اس پر بے خوابی اور بخار کے ساتھ جواب دیتا ہے۔

مذکورہ بالا فرمان نبوی ﷺ کی روشنی میں مسلمانوں کو تقسیم کے بجائے مشترکہ عقائد اور اقدار پر توجہ دے کر اتحاد کو ترجیح دینی چاہیے۔ برادریوں میں تنوع، رواداری اور شمولیت کے احترام کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔ مسلکی بنیادوں پر مکالمے اور تعاون کو فروغ دینے کی کوشش کی جانی چاہیے۔ قائدین کو اسلام کے مشترکہ اصولوں پر زور دینا چاہئے اور مفاہمت کی طرف کام کرنا چاہئے، جیسا کہ پیغمبر اسلام نے اپنی پوری زندگی میں اختلافات کو ختم کرنے اور لوگوں کو متحد کرنے میں کیا۔

2۔ معاشی عدم مساوات اور غربت

عصر حاضر میں مسلم سماج کو دیگر چیلنجز کے ساتھ ساتھ معاشی عدم مساوات اور انتہائی نچلی سطح کی غربت جیسے مسائل کا بھی سامنا ہے جس میں کئی عناصر کا عمل دخل ہے جنہیں مختصراً بھی یہاں بیان کیا جائے تو موضوع کی طوالت اس قدر زیادہ ہو جائے گی کہ یہ آرٹیکل مجوزہ عنوان سے ہٹ کر صرف معاش اور غربت سے متعلقہ مباحث تک محدود ہو جائے گا لہذا سرسری نظر سے جائزہ لیا جائے تو مسلم ممالک بنیادی طور پر تین اقسام میں منقسم دیکھائی دیتے ہیں جیسا کہ وہ ممالک جن کے پاس قدرتی وسائل ہیں اور اُن میسر وسائل سے خوب مستفید بھی ہو رہے ہیں جیسا کہ عرب و خلیج کی ریاستیں جہاں تیل کے ذخائر وافر مقدار میں موجود ہیں اور نظام حکومت اس سے بہتر طور پر فائدہ بھی اٹھا رہا ہے، ان ممالک کے معاشی مسائل بہت بہتر حالت میں ہیں جن کے سبب غربت سے منسلک مسائل کا بھی بہت ہی کم سامنا ہے۔

دوسرے درجے میں وہ ممالک ہیں جن کے پاس قدرتی ذخائر بھی ہیں اور اُن کے ساتھ ساتھ دیگر ذرائع آمدن بھی ہیں جیسا کہ زراعت و صنعت وغیرہ، ایسے ممالک میں جمہوری نظام حکومت ہے جس میں تمام فریق متفقہ طور پر مل کر نظام حکومت چلاتے ہیں، ان ممالک کی معاشی حالت اول الذکر ممالک سے قدرے کم ہے جس کی بنیادی وجوہات میں سے ایک سیاسی عدم استحکام کا ہونا بھی ہے اور سرمایہ و سرمایہ کار وہاں خود کو کبھی بھی محفوظ خیال نہیں کرتا جہاں کے ملکی معاملات میں انتشار و خلفشار جیسے عوامل نت نئے انداز میں ابھر کر سامنے آتے رہیں، جس کے سبب معاشی استحکام بھی ممکن نہیں پاتا اور اسی سے منسلک غربت کا مسلہ بھی ہے جو روز بروز گھمبیر تر ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ لوگ خودکشی جیسے قبیح فعل کو بھی سرانجام دینے سے گریزاں نہیں ہوتے، اس فہرست میں پاکستان، ترکی، ملائشیاء اور بنگلہ دیش جیسے ممالک کو شامل کیا جاسکتا ہے جبکہ تیسرے درجے میں وہ ممالک ہیں جہاں کا سیاسی نظام بھی دیگر گوں ہے، ملکی وسائل کے ذخائر بھی لامحدود ہیں لیکن ملک فسادات میں گرفتار ہے جیسا کہ افغانستان، شام، یمن، عراق اور دیگر مسلم ممالک وغیرہ۔

ان ممالک میں سیاسی عدم استحکام اور اندرونی مسائل کی وجہ سے ملک کبھی بھی معاشی لحاظ سے خود کفیل نہیں ہو سکا جس کے سبب افراد معاشرہ خطِ غربت سے بھی نیچے انتہائی کسمپرسی کی حالت میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں لہٰذا مذکورہ بالا معاشی وغربت کے مسائل کبھی بھی سبھی کے لیے یکساں نوعیت کے سنجیدہ مسائل نہیں رہے ہیں اور شائد یہی وجہ ہے کہ مسلم ممالک کے آپس کے اختلافات میں دیگر وجوہات کے ساتھ ساتھ ایک یہ وجہ بھی ممکن ہوسکتی ہے کہ جو ان کو ایک مرکزی مقام اور ملی مفادات سے جڑے فوائد پر متفق نہیں کر سکی لہٰذا ایسا کہنا کہ یہ چیلنج سبھی سماج کو ایک ہی نوعیت کے درپیش ہیں درست طرزِ فکر نہیں کیونکہ معاشی طور پر مستحکم ممالک کے مسائل کچھ اور طرح کے ہیں اور جو اُن کے برعکس ہیں، ان کے مقامی مسائل معاش وغربت کے ساتھ کچھ اور طرح ے ہیں۔ الغرض دیکھا جائے تو بہت سے مسلم اکثریتی ممالک نمایاں معاشی تفاوت، غربت کی بلند شرح، اور وسائل تک ناکافی رسائی کا شکار ہیں۔ کچھ معاشروں میں امیر اور غریب کے درمیان دولت کا فرق بڑھتا جارہا ہے، جس سے سماجی بدامنی اور عدم مساوات بڑھ رہی ہے۔ اسلام سماجی انصاف، مساوات اور پسماندہ افراد کی دیکھ بھال کی اہمیت سکھاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةًۢ بَيْنَ ٱلْأَغْنِيَآءِ مِنكُمْ [28]

تاکہ تمہارے اغنیاء کے درمیان ہی دولت گردش نہ کرتی رہے۔

فرمان نبوی ﷺ ہے کہ

مَا آمَنَ بِي مَنْ بَاتَ شَبْعَانَ وَجَارُهُ جَائِعٌ إِلَى جَنْبِهِ وَهُوَ يَعْلَمُ بِهِ [29]

جو شخص پیٹ بھر کر سوتا ہے جبکہ اس کا پڑوسی اس کے پاس بھوکا ہے اور اسے اس کا علم ہے اس نے مجھ پر ایمان نہیں لایا۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ صدقہ کے کاموں میں مشغول ہوں اور اپنی زکوۃ کو مکمل اور درست انداز میں استعمال کریں۔ امیروں کو ان کا فرض یاد دلانا چاہیے کہ وہ غریبوں کی مدد کریں اور دولت کی تقسیم میں انصاف کو فروغ دیں۔ معاشروں کو ایسی پالیسیوں پر عمل درآمد کرنا چاہیے جو غربت کو کم کریں اور سب کے لیے منصفانہ اقتصادی مواقع کو فروغ دیں، انصاف اور دولت کی تقسیم کے اسلامی اصولوں کے مطابق، اسلامی مائیکروفنانس اور سماجی بہبود کے نظام کو معاشی خلاء پر کرنے کے لیے بطور اسلامی معاشی ذرائع کے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

3۔ سیاسی عدم استحکام اور تصادم

فرد ہو یا خاندان، قوم ہو یا ملت، ریاست ہو یا سلطنت سبھی کا آپس میں گہرا تعلق ہوتا ہے۔ جب ایک وجود کے تار و پود بکھرنا شروع ہوتے ہیں تو آہستہ آہستہ باقی تمام اجسام بھی تحلیل ہونے لگتے ہیں۔ خاندان کے نظام کو دیکھ لیا جائے کہ جہاں ایک فرد نے باہمی اتحاد کو توڑ دیا تو باقیوں کے درمیان بھی عداوت پھیلنے لگتی ہے۔ بعینہ اجتماعی نظم و نسق کو بھی پرکھا جاسکتا ہے کہ ایک قوم، امت یا ملک تبھی اپنے وجود کو قائم رکھنے میں کوشاں رہ سکتا ہے جب تمام اکائیوں میں اتفاق کا عنصر غالب رہے گا جیسے ہی کسی ایک طرف سے لڑی کمزور پڑنے لگی مخالفین پلک جھپکتے ہی اسے نوچ کھائیں گے اور ایسا ہی مسلم سماج کے ساتھ بھی ہوا۔

از زمانہ نبوی تا خلافت عثمانیہ، امت مسلمہ کسی نہ کسی صورت ایک مرکز، ایک نظام کے ساتھ منسلک رہی اور دو قالب، ایک جاں کی مثل اتحاد و اتفاق کا رحجان غالب رہا جیسے ہی امت کو ملکوں کی سرحدوں میں قید کر دیا گیا، تب سے مسلم سماج ایک فکر و نظر پر متفق نہیں ہو سکا کیونکہ فریق مخالف نے یہ جان رکھا ہے کہ اس امت کے وجود میں کہاں کہاں خامی ہے اور کہاں اس کے وجود میں کس قسم کی بیماری لگی ہوئی ہے جس کا علاج نہیں ہونے دیا جانا، ایک طرف وہ انہیں بیماریوں کے علاج کی تجویز بھی دیتا ہے لیکن ساتھ ہی ادویات کیے ذریعے دیگر بیماریاں پیدا کرنے کا سبب بھی بنا دیتا ہے تاکہ یہ وجود ہمیشہ لاغر ولاچار ہی رہے اور اسے اپنے ہی ہم مذہب افراد کی خبر گیری کرنے کی طاقت بھی میسر نہ ہو سکے۔

ایک طرف آمرانہ نظام کا حمایتی ہے کیونکہ جن علاقوں میں اُس کے مفادات زیادہ گہرے ہیں، جہاں سے وسائل پر قبضہ کر کے اپنے اقتدار و اختیار کو دوام بخشا جاسکتا ہے وہاں آمریت کو پروان چڑھانا اس کا بنیادی مقصد ہے اور جہاں نظامِ جمہوریت کی آبیاری کرنے کے لیے افرادی و مالی وسائل بروئے کار لانے ہوتے ہیں وہاں اہل اقتدار واختیار کی قانونی و آئینی تحدیات کا جال پھینکا جاتا ہے تاکہ حکمران بھی یہی سمجھیں کہ وہ درست اقدام اٹھا رہے ہیں اور جو کچھ بھی انہیں ان ممالک میں حاصل ہے وہ سب کچھ ملکی قوانین کے دائرے میں ان کا بنیادی حق ہے تاکہ عوام کو یہ یقینی دلایا جاسکے کہ ہمارے ہی ووٹ سے منتخب لوگ ہمارے ہی بہتر مفادات کے لیے شب وروز محنت کر رہے ہیں جبکہ حقیقت میں انہیں خود کے لیے ایک وقت کی روٹی بھی میسر نہ ہو کیونکہ وہاں جمہوریت ہی تمام تر ناکامیوں و غلطیوں کا بہترین ازالہ ہے اور اس کا نعم البدل پہلے سے زیادہ مضبوط جمہوری نظام میں مضمر ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

اسی طرح کچھ علاقے ایسے بھی ہیں جہاں ہمہ وقت انتشار و خلفشار کا برپا رہنا ہی فریقِ مخالف کے لیے زیادہ موزوں ہے تا کہ وہاں کے لوگوں کو یہ باور کرایا جاسکے کہ وہ ایک جنگجو قوم سے تعلق رکھتے ہیں اور ہتھیار ہی اُن مرد و عورت کا بہترین زیور ہے اور پھر اسی پس منظر کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے تا کہ وہاں کے لوگ فریقِ مذکورہ بالا کے ذاتی مفادات کے حصول کے لیے اپنی رضامندی سے قربانی دے سکیں اور دوسری اقوام کے ساتھ مڈ بھیڑ میں کام آسکیں کیونکہ اُن علاقوں میں یہی عوامل قوم کے لیے مشعل راہ بنا دیے جاتے ہیں اور ہمسائے میں رہنے والے دیگر ممالک و اقوام پر اُن کی یہی انتہاء پسندی مسلسل کوڑوں کی صورت میں برستی رہتی ہے۔

لہذا مسلم سماج کو دیگر عوامل کے ساتھ ساتھ سیاسی عدم استحکام اور آپس کے تصادم جیسے عناصر کا بھی سامنا ہے کیونکہ یہی مثلث کہ کہیں وسائل ہیں وہاں آمرانہ نظام رائج اور کہیں جمہوریت کے نام پر لوگوں کا استحصال اور کہیں قوم کے افراد باہمی رضامندی سے دوسروں کے لیے چند سکوں کے عوض جاں نثاری کے جذبہ سے سرشار سرگرداں رہتے ہیں جیسے عوامل مسلم سماج کو امن و استحکام سے بغل گیر ہونے سے روکے ہوئے ہیں جبکہ یہی قوم زمانہ قریب میں ایک جسم کی مانند دوسروں کے غموں میں بڑھ چڑھ کا شریک ہوا کرتی تھی اور آج آپس میں دست و گریباں چاک کر رہے ہیں جبکہ اس حل نبی کریم ﷺ نے امن، انصاف، اور انسانی زندگی کی حرمت کی اہمیت اجاگر کر کے بتا دیا۔ ارشاد ربانی ہے کہ

اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًاؕ-وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًاؕ [30]

جس نے کسی جان کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے بدلے کے بغیر کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک جان کو (قتل سے بچا کر) زندہ رکھا اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا۔

جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا [31]

جس نے کسی ایسے شخص کو قتل کیا جس کے ساتھ اس کا معاہدہ ہے وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے معلوم ہوتی ہے۔

لہذا! مسلم اکثریتی ممالک میں سیاسی رہنماؤں کو انصاف، شفافیت اور اچھی حکمرانی کو ترجیح دینی چاہیے۔ تنازعات کو تشدد کے بجائے مذاکرات اور مفاہمت جیسے پر امن طریقوں سے حل کرنے کی کوشش کی جانی چاہیے۔ سیرت نبوی ﷺ، معاہدوں کو برقرار رکھنے، خیانت سے بچنے اور تنازعات کو پر امن طریقے سے حل کرنے کی اہمیت پر زور دیتی ہے۔ سماج کو بدعنوانی اور ناانصافی سے بچتے ہوئے جمہوریت، قانون کی حکمرانی اور انسانی حقوق کو فروغ دینے والے اداروں کو بااختیار بنانے کے لیے کام کرنا چاہیے۔

4۔ تعلیمی اہداف و مقاصد کا فقدان

کسی بھی قوم کے مستقبل کا آئینہ دار اس کا وضع کردہ نظام تعلیم ہے۔ نظام تعلیم سمت کا تعین کرتا ہے اور اہداف و مقاصد کے حصول کے لیے مشعل راہ بنتا ہے۔ جب نظام تعلیم اندھیروں کا امین بن جائے تو اجالوں کی امید لگانا بے معنی ہو جاتا ہے او دیگر ممالک کے برعکس ہمارے ملک میں اس وقت مختلف طبقاتی نظام تعلیم ہی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ ایلیٹ کلاس کا نظام مختلف ہے کیونکہ اُن کے اہداف مختلف ہیں جن میں خاص طور پر ملکی سطح کے امتحانات و دیگر سہولیات سے مستفید ہونا شامل ہیں۔ متوسط طبقہ کے اہداف ملازمت کا حصول ہے یا شبانہ روز محنت سے کوئی کاروبار شروع کرنا ہے لہذا ایسے مقاصد کے لیے تعلیم کا نظام کچھ اور طرح کا ہو گا اور پسماندہ طبقہ معمولات زندگی سے ہی فرصت حاصل نہیں کر پا رہا تو تعلیم کا حصول کیسے ممکن ہو پائے گا کیونکہ آئین و قانون کے مطابق علم حاصل کرنا ہر انسان کا بنیادی حق ہے لیکن یہ حق، پسماندہ طبقہ کے لحاظ سے ضروریات زندگی (روٹی، کپڑا اور مکان) میں شامل نہیں لہذا اس کے لیے سر توڑ کوشش کرنا کار بے کاراست۔

بصورت دیگر جو نظام تعلیم مروج ہے اس کے مطابق بھی ایک طالب علم کی زندگی کے بائیس (22) سے پچیس (25) سال صرف اسناد کے حصول میں صرف ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد بھی وہ اس قابل بھی نہیں ہو پاتا کہ خود کی ذات کے لیے بہتر فیصلہ کر سکے یا خاندانی، معاشرتی ذمہ داریوں کا بوجھ اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھا سکے تو جہاں زندگی کا ایک فیصد حصہ صرف حصول علم میں صرف ہو جائے اور اس کے بعد والدین و طلبہ سوچنا شروع کریں کہ اب مستقبل کے لیے کیا لائحہ عمل اختیار کیا جا سکے تا کہ وسیلہ روزگار شروع ہو سکے۔ وہاں لوگوں کو کس حد تک بھیانک معاشی و سیاسی مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہو گا، اس کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں۔ لہذا بہتر و محفوظ مستقبل کے لیے تعلیمی اصلاحات کا نافذ کیا جانا از حد ضروری ہو گیا ہے تا کہ نوخیز اذہان کی آبیاری مثبت و تعمیری انداز میں کی جا سکے۔ جس کے لیے رہنمائی سیرت نبوی سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

فرمان نبوی ﷺ ہے کہ

إِنْ قَامَتِ السَّاعَةُ وَفِي يَدِ أَحَدِكُمْ فَسِيلَةٌ فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ لَا تَقُومَ حَتَّى يَغْرِسَهَا , فَلْيَغْرِسْهَا[32]

اگر قیامت آجائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں ایک پودا ہو اور وہ قیامت آنے سے پہلے اسے لگانے پر قادر ہو تو اسے لگادے۔

فرمان نبوی ﷺ کی روشنی میں واضح ہوا کہ حالات وواقعات جس نہج پر بھی پہنچ جائیں مفید و بہتر کاوش کو ترک نہیں کرنا چاہیے اور کارآمد حکمت عملی کو اپناتے ہوئے مسلمانوں کو مذہبی اور عصری دونوں طرح کی معیاری تعلیم میں سرمایہ کاری کرنی چاہیے۔ آپ ﷺ نے تمام شعبوں میں ہنر سیکھنے کی حوصلہ افزائی کی، اور مسلمانوں کو لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کے لیے تعلیم کو ترجیح دینی چاہیے۔ تعلیم کو قابل رسائی ہونا چاہیے، اس بات کو یقینی بنانے کی کوششوں کے ساتھ کہ سب سے زیادہ پسماندہ کمیونٹیز کو بنیادی اور اعلیٰ تعلیم تک رسائی حاصل ہو۔ اسکالرشپس، پیشہ ورانہ تربیتی پروگراموں اور علوم وفنون کے اشتراک جیسے اقدامات کو فروغ دیا جانا چاہیے۔ سماجی سطح پر موجود رہنماؤں اور حکومتوں کو بھی تعلیمی اصلاحات کو ترجیح دینی چاہیے تاکہ نوجوانوں کو جدید دنیا میں ترقی کی منازل طے کرنے کے لیے ضروری ہنر فراہم کیے جاسکیں۔

5۔ تنقید و تنقیص کی تحدیات کا تعین

نقد، جرح اور اصلاح کے عوامل کسی بھی سماج میں بہتری پیدا کرنے کے لیے بنیادی ذرائع کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔ کہیں کسی بات کو جانچنا پرکھنا ہو تو انہیں کے ذریعہ سے مثبت و منفی پہلو اجاگر کیے جاسکتے ہیں اور افراد معاشرہ کی بھلائی کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک متوازن رائے قائم کی جاسکتی ہے تاکہ لوگوں کی فکری آبیاری کو تعمیری شکل میں پروان چڑھایا جا سکے اور اگر کسی جہت کے بارے میں افراد معاشرہ کی رائے درکار ہو تو بھی یہی عمل ہی بروئے کار لایا جاتا ہے تاکہ معتدل آراء کو پروان چڑھایا جاسکے اور بہتر طرز پر تنقید و تصیح پنپ سکے لہذا یہ واضح ہوا کہ نقد وجرح اور اصلاح کے ذریعے ہی درست سمت میں پیش قدمی کی جاسکتی ہے اور اسی کے سبب اذہان کو کشادگی نصیب ہوتی ہے حتی کہ فریق مخالف کے نام کو بھی بگاڑنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے کہ

وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ[33]

اور آپس میں کسی کو طعنہ نہ دو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو، مسلمان ہونے کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی برا نام ہے۔

لیکن آج مسلم سماج کو اس حوالے سے بھی کافی خفت کا سامنا کرنا پڑرہا ہے کیونکہ تنقید، دوسرے کی تذلیل کرنے کے لیے کی جاتی ہے، جرح یا تنقیص، فریق مخالف سے خود کو برتر ثابت کرنے کے لیے کی جاتی ہے اور اصلاحی پہلو سے چشم پوشی کی جاتی ہے کیونکہ عصر حاضر میں لوگوں کے پاس وقت ہی کہاں ہے کہ وہ دوسروں کی بات کو سن سکیں؟ اور یہی رائے ہر صاحب الرائے کو بغل گیر ہے جس کے باعث وہ خود کلامی کے ذریعے یقین واثق کیے ہوئے ہے کہ دوسروں کی اصلاح کرنا اول تو ممکن نہیں اور اگر کوئی صورت پیدا بھی ہو جائے تو اس کی بنیادی شرائط میں سے اولین شرط یہ ہے کہ دوسرے چل کر پاس آئیں نہ کہ مبلغ کو مشقت اٹھانی پڑے۔ لہذا آج مسلم سماج کو اس حوالے سے بھی آگاہی کی شدید ضرورت ہے کہ وہ تنقید، تنقیص اور تصیح کے بنیادی فرق کو سمجھ سکے اور بہتری کے عناصر کو عیاں کرکے خود کی اور دوسروں کی بھلائی کا ذریعہ بن سکے۔

6۔ صنفی عدم مساوات اور شرح طلاق

عصر حاضر میں حقوق کے موضوع پر مباحث ہر کس و ناکس گفتگو کا لازمی جزو بن چکی ہیں، جیسا کہ عورتوں کے حقوق، مزدوروں کے حقوق، بچوں کے حقوق، سیاسی کارکنان کے حقوق، قومی حقوق، ملکی حقوق، جانوروں کے حقوق و دیگر تمام اقسام حقوق۔ ان تمام جہات پر طویل مضامین سپرد قلم کیے جاچکے ہیں اور کانفرنسز و سیمینار منعقد کیے جاچکے ہیں لیکن غور طلب پہلو یہ ہے کہ جتنا زیادہ مباحث کا دائرہ کار بڑھتا جارہا ہے، آگاہی حاصل ہوتی جارہی ہے، انسانی طبیعت میں غفلت کا عنصر اتنا ہی زیادہ نمایاں ہوتا جارہا ہے جس سے یوں لگنے لگا ہے کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ تو جہاں خلاف توقع نتائج سامنے آنے لگے ہیں وہیں یہ پہلو بھی پریشان کن ہے کہ صنفی عدم مساوات اور ازدواجی تعلقات کے بگڑنے کی شرح میں خطرناک حد تک مسلسل اضافہ کیوں ہوتا جارہا ہے؟ زمانہ ماضی قریب میں کم علمی و حقوق سے لاعلمی جیسے عوامل کو موردالزام ٹھہرایا جاتا رہا لیکن جدید دور میں سبھی قسم کی علوم پر ہر کسی کو آسانی سے دسترس حاصل ہے تو پھر نتائج برعکس کیوں سامنے آرہے ہیں؟

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

لہذا دیگر معاشروں کے ساتھ ساتھ مسلم سماج کو بھی ایسے گھمبیر معاملات کا سامنا کرنا پڑرہا ہے جبکہ اسلامی تعلیمات میں متعلقہ موضوع کے لحاظ سے خاطر خواہ ہدایات کا منبع موجود ہے جس سے مستقل رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے لیکن یہاں معاملہ گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ کی مثل ہے جنھوں نے مثالی سماج کی بے نظیر مثال قائم کی وہیں آج صنفی عدم مساوات اور شرح طلاق کا بڑھنا پریشان کن حد تک اضافہ ہوتا جارہا ہے تو مسلم سماج کو اس پہلو پر توجہ دینا ہوگی کہ ایسے عوامل کیوں پنپ رہے ہیں تاکہ ان کی بیخ کنی کی جاسکے جبکہ سیرت نبوی ﷺ سے بھی اس معاملے کے حوالے سے رہنمائی حاصل کرنے کی سعی کی جانی چاہیے جیساکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ

وَخَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِمْ [34]

تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے ساتھ بہترین ہو۔

جبکہ ارشاد ربانی ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا-اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ [35]

اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھیں قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم آپس میں پہچان رکھو، بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

مسلم معاشروں کو تعلیم، معاشی مواقع اور سیاسی شرکت کے ذریعے خواتین کو بااختیار بنانے کے لیے کام کرنا چاہیے۔ خواتین کو معاشرے میں اپنا کردار ادا کرنے کا موقع فراہم کیا جانا چاہیے، ساتھ ہی خاندان کے اندر ان کے کردار کو نبھانے میں بھی معاونت کی جانی چاہیے۔ سنت نبوی ﷺ کی تعلیمات خواتین پر ظلم کرنے والے ثقافتی طریقوں کو چیلنج کرنے اور اسلام کے مطابق ان کے حقوق کو فروغ دینے کا ایک طاقتور ذریعہ ہیں۔ صنفی مساوات کو یقینی بنانے کے لیے قانونی نظام، تعلیم اور عوامی پالیسی میں اصلاحات کی جانی چاہیے اور نصاب تعلیم کا عائلی زندگی سے منسلک معاملات کو لازمی جزو بنایا جانا چاہیے۔

7۔ کرپشن اور عدل وانصاف کی روایت

بہت سے مسلم اکثریتی ممالک میں بدعنوانی ایک بڑا مسئلہ ہے، جہاں یہ سماجی اعتماد کو مجروح کرتی ہے، اداروں کو کمزور کرتی ہے، اور ایسے غیر منصفانہ نظاموں کی طرف لے جاتی ہے جو خط غربت سے نیچے بسنے والے افراد پر عرصہ حیات تنگ کردیتے ہیں اور قوت واقتدار واختیار کا مرکز و محور اس ملک کے امیر اور بااثر طبقہ کو بنادیتے ہیں لہذا رشوت خوری، فرائض میں غفلت، سرکاری املاک سے احساسِ لاتعلقی کا غالب ہونا اور وقت کا زیاں، کسی بھی سماج کو گھن کی طرح چاٹنے لگ جائیں تو اس کی دائمی بقاء کا یقین واثق ہونا ممکنات میں سے نہیں۔ سیرت مصطفیٰ ﷺ میں اس کے حوالے سے جو رہنمائی میسر ہے اس کا تذکرہ مختصراً درجہ ذیل میں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بدعنوانی اور ناانصافی کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الرَّاشِي والمُرْتَشِي [36]

رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔

لہذا! مسلمانوں کو زندگی کے تمام شعبوں میں شفافیت اور ایمانداری کے ساتھ کام کرنا چاہیے، خاص طور پر اقتدار واختیار کے عہدوں پر فائز لوگوں کو تاکہ ملکی نظام کے مثبت اثرات نچلے طبقے تک منتقل ہو سکیں۔ سنت نبوی ﷺ سکھاتی ہے کہ حکمرانوں اور لیڈروں کا احتساب ہونا چاہیے اور انصاف کا بول بالا ہونا چاہیے۔ انصاف، مساوات اور جوابدہی کے اصولوں کو گورننس کے تمام پہلوؤں میں سرایت کرنا چاہیے۔ مسلم معاشرے اخلاقی قیادت کو فروغ دے کر، بدعنوانی کے خلاف مضبوط فریم ورک قائم کرکے، اور قانون کی حکمرانی کو یقینی بنا کر بدعنوانی سے لڑ سکتے ہیں۔

8۔ ماحولیاتی انحطاط اور عدم احساس زیاں

ماحولیاتی تبدیلیاں عصر حاضر میں غالباً سبھی ممالک کو کم وپیش متاثر کررہی ہیں، گلیشیر پگھل رہے ہیں، مون سون کے دورانیہ میں تبدیل ہوتی جارہی ہے جو آندھیوں وطوفانوں کا پیش خیمہ بننے کا سبب بن رہی ہے، جنگلات کا کٹاؤ بڑھتا جارہا ہے اور ہاؤسنگ کالونیوں کا بے ہنگم پھیلاؤ ملک کے زرعی وسرسبز علاقے کو کھاتا جارہا ہے اور ان پر مستزاد یہ کہ احساس زیاں بھی جاتا رہا ہے، فرد سے لے کر اجتماعی سطح تک اس حوالے سے ایک طویل جمود اذہان پر براجمان ہے جس کے باعث ماحولیاتی، فضائی اور آبی آلودگی، جنگلات کی کٹائی، اور پانی کی کمی مسلم دنیا کے

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

بہت سے حصوں میں تشویش ناک حد تک مسائل میں اضافہ کر رہے ہیں۔ یہ مسائل تیز رفتار صنعت کاری، ناقص حکمرانی، اور دیرپا اور مؤثر طریقوں کی کمی کی وجہ سے بڑھ گئے ہیں جس کے ہنگامی سطح پر وسائل کو بروئے کار لایا جانا چاہیے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ماحولیاتی ذمہ داری اور زمین کی دیکھ بھال کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

الْأَرْضُ أَرْضُ اللهِ، وَالْعِبَادُ عِبَادُ اللهِ، مَنْ أَحْيَا مَوَاتًا فَهِيَ لَهُ [37]

زمین! اللہ تعالی کی زمین ہے اور بندے! اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، جس نے مردہ زمین کو زندہ کیا وہ اس کی ہے۔

مذکورہ بالا فرمان نبوی ﷺ کی روشنی میں مسلمانوں کو ماحول کی حفاظت کرنے والے مستقل طریقوں کو اپنانا چاہیے، جیسے فضلہ کو کم کرنا، پانی کا تحفظ کرنا، اور قابل تجدید توانائی کو فروغ دینا۔ اسلامی تعلیمات وسائل کے استعمال کے لیے متوازن طرز عمل کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں، پانی کا بے تصرف، نعمت کی ناقدری کے ذُمرے میں آتا ہے، ماحولیاتی آلودگی جو کہ انسانی صحت کے انتہائی نقصان دہ ہے بھی دوسروں کو اپنے ہاتھوں سے نقصان پہچانے کے مترادف ہے جس کے بارے میں فرمان نبوی ﷺ ہے کہ

الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللهُ عَنْهُ[38]

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو چھوڑ دے۔

لہذا امر واقع یہ ہے کہ مسلم سماج اپنے ہی ہاتھوں سے دوسروں کی صحت اور ماحول کو تباہ کیے جا رہا ہے اور اُسے احساس زیاں بھی نہیں جس کے بعد ذمہ داری حکومتوں اور معاشرتی سطح پر اہل اقتدار و اختیار کے کندھوں پر آن پڑتی ہے کہ ماحولیاتی تحفظ، صاف توانائی اور پائیدار ترقی کو فروغ دینے کے لیے پالیسیوں اور اقدامات کو نافذ کریں۔

9۔ شرعی تعبیرات و تشریحات کا تفاوت

دورِ حاضر میں ٹیکنالوجی کی بدولت متفرق علوم کا باہم منسلک ہونا، دوسروں کے ساتھ اشتراک کرنا اور بآسانی دستیاب ہونا جیسی سہولیات پیدا ہو گئی ہیں۔ جہاں ایک طرف معلومات کا بحرِ بے کنار بآسانی دستیاب ہے وہیں، انہی معلومات کے مصدقہ وغیر مصدقہ ہونے کے حوالے سے بھی شکوک وشبہات موجود ہیں۔ ہر فرد اپنی اختراع کردہ فکر کے مطابق معلومات کو اکٹھا کر سکتا ہے اور انتہائی آسانی کے ساتھ دوسرے لوگوں تک پہنچانے کے ساتھ ساتھ انہیں سیدھی راہ سے گمراہ بھی کر سکتا ہے۔

ہدایت و گمراہی کے راستے پہلے کی نسبت آج زیادہ سہولت کے ساتھ رسائی میں ہیں جیسا کہ ملک پاکستان کی ہی مثال لی جائے تو کچھ عرصہ قبل کوئٹہ میں ہونے والے ٹرین حادثے کے بعد سوشل میڈیا پر گردش کرنے والے جہادی گروہوں کی طرف سے دیے جانے والے فتاویٰ کہ جن میں ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد کرنے کا استدلال اختراع کیا گیا تھا۔ تو ایسے تمام عناصر جو خود کی انتشاری فکر اسلامی تعلیمات سے ثابت کرتے ہوئے معصوم جانوں کو قتل کرنے جیسے قبیح فعل کو سرانجام دینے کا رجحان پیدا کرتے ہیں وہ بھی اسی ٹیکنالوجی کے سبب ہی ہو پا رہا ہے۔

لہذا مسلم سماج کو آج غلط فکری آبیاری جیسے سنگین وخطرناک قسم کے مسائل کا بھی سامنا ہے جس سے نوخیز اذہان کو راہ راست سے بھٹکانا سہل تر ہو گیا ہے جبکہ دوسری طرف ملکی وسماجی سطح پر کوئی مؤثر نظام ہائے احتساب موجود نہ ہو، کسی کو سزا کا خوف نہ ہو حتیٰ کہ مزید تخریب کاری کرنے کے لیے سہولت کار بھی موجود ہوں تو ملکی نظام کے ساتھ ساتھ معاشرے کی بھی اجتماعی ذمہ داری بن جاتی ہے کہ نگرانی کے فرائض کو پہلے کی نسبت سخت تر کر دیا جائے تاکہ روشن مستقبل کی نوید نسل کو محفوظ کیا جا سکے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی بھی ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ[39]

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو انجانے میں تکلیف نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر شرمندہ ہونا پڑے۔

جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ

أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ

خبردار! تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور تم سب سے اپنی رعیہ کے بارے میں پوچھا جائے گا؟

لہذا اس پہلو کی طرف بھی فرد، خاندان، معاشرہ اور ملکی قوانین بنانے والوں کو توجہ دینی چاہیے کہ جو آگ ملکی سرحدوں پر لگی ہوئی ہے وہ مسلم سماج کے دشمن عناصر سوشل میڈیا کے ذریعے نسل نو کے اذہان میں آہستہ آہستہ منتقل کر رہے ہیں اور نوجوانان ملت کافی حد تک ان عوامل کا آلہ کار بھی بنتے جا رہے ہیں لہذا ہنگامی سطح پر اس کا تدارک کیا جانا چاہیے تاکہ قحط

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

الرجال پیدا ہونے سے قبل ہی معاشرہ ہوش کے ناخن لے ورنہ
بقول علامہ اقبالؒ

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے۔ کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف۔[40]

خلاصہ بحث

عالمی سطح پر مسلم معاشروں کو درپیش مسائل کثیر الجہتی ہیں، لیکن سیرت نبوی ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں ان سے نبرد آزما ہونے لیے لازوال رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ اتحاد، انصاف، تعلیم، صنفی مساوات، ماحولیاتی ذمہ داری اور شرعی تعبیرات و تشریحات جیسے عوامل کو اسلامی تعلیمات کی زیرِ نگین لا کر، اسلام کے اخلاقی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر، مسلم معاشرے مضبوط، زیادہ منصفانہ، اور خوشحال معاشرے کی تعمیر کے لیے کام کر سکتے ہیں۔ آنحضرت محمد ﷺ کے بتلائے گیے اسوہ حسنہ پر قائم رہتے ہوئے عصری چیلنجز پر قابو پانے کے لیے ایک متفقہ فریم ورک تیار کیا جاسکتا ہے جو سبھی اقوام وملک کے لیے یکساں قابل وقبول ہو۔

کتابیات

[1] ۔علامہ اقبالؒ، ارمغانِ حجاز۔ علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس مسلم یونیورسٹی مارکیٹ 1975ء ص 15
2 ۔ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد۔ دہلی: المطبعہ الانصاریہ 1323ھ۔ کتاب اللباس، باب: فی لبس الشہرہ، ج4، ص78، رقم الحدیث 4031۔
3 ۔ایضاً، سنن ابی داؤد۔ بیروت: المکتبہ العصریہ صیدا۔ کتاب: الادب، باب: من یؤمر ان یجالس، ج4، ص 259، رقم الحدیث 4833۔
4 ۔الاشرح 94:4-5
5 ۔الرعد 13:28
6 ۔المؤمنون 18:115
7 ۔القیامۃ 75:36
8 ۔الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الجامع الکبیر (سنن الترمذی)۔ بیروت: دار الغرب الاسلامی 1997ء۔ ابواب: الاشربۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب: ماجاء ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام، ج3، ص 443، رقم الحدیث 1866۔
9 ۔الاسراء 15:32
10 ۔امام مسلم بن الحجاج القشیری، الجامع الصحیح (صحیح مسلم)۔ ترکی: دار الطباعہ العامرۃ 1337ھ۔ کتاب: القدر، باب: قدر علی ابن آدم حظہ من الزنا وغیرہ، ج8، ص 52، رقم الحدیث 2657
11 ۔ایضاً، سنن ابی داؤد۔ دہلی: المطبعۃ الانصاریہ 1323ھ۔ کتاب: اللباس، باب: فی لبس الشہرۃ، ج4، ص78، رقم الحدیث 4031۔
12 ۔علامہ اقبال، بانگ درا۔ لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلیشرز 1977ء ص 248۔
13 ۔ایضاً، بانگ درا، ص190۔
14 ۔ابن الاعرابی، ابو سعید احمد بن محمد، معجم ابن الاعرابی۔ السعودیہ: دار ابن الجوزی 1318ھ۔ ج1، ص373، رقم الحدیث 717۔
15 ۔ایضاً، سنن ترمذی، ابواب: الرضاع عن رسول اللہ ﷺ، باب: ماجاء فی حق المراہ علی زوجھا، ج2، ص454، رقم الحدیث 1162۔
16 ۔البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری۔ عطاءات العلم: موسوعۃ صحیح بخاری 1437ھ۔ قول اللہ تعالی: أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم، حدیث: الا کلکم راعی وکلکم مسؤل عن رعایہ، ج6، ص 239، رقم الحدیث 7138۔
17 ۔ابو علی الحارث بن علی الحسینی، الجامع المسند الصحیح۔ دمشق: مکتبۃ دار البیان 1438ھ۔ حرف عین، مسند عبداللہ بن عمرو بن عاص، ج2، ص440، رقم الحدیث 2071۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

18 ۔ صحیح مسلم۔ قاہرہ: مطبعۃ عیسیٰ البابی الحلبی وشرکاہ 1900ء۔ کتاب: الاقضیۃ، باب: قضیہ ھند، ج3، ص1338، رقم الحدیث 1714۔

19 ۔ سنن ابی داؤد۔ دہلی: المطبعۃ الانصاریہ 1323ھ۔ کتاب: الصلاۃ، باب: متی یؤمر الغلام بالصلاہ، ج1، ص185، رقم الحدیث 495۔

20 ۔ آل عمران 14:3

21 ۔ البقرۃ 187:2

22 ۔ سنن ابی داؤد، کتاب: الطلاق، باب: فی کراھیہ الطلاق، ج2، ص255، رقم الحدیث 2178۔

23 ۔ الحجرات 13:49

24 ۔ البیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین، السنن الکبریٰ۔ بیروت: دار الکتاب العلمیۃ 2003ء۔ کتاب: القسم والنشور، باب: حق المراۃ علی الرجل، ج7، ص481، رقم الحدیث 4724۔

25 ۔ ابو بکر نور الدین علی الھیثمی، مجمع الذوائد ومنبع الفوائد۔ الناشر: دار المامؤن للتراث۔ کتاب العلم، باب فی طلب العلم، ج2، ص221۔

26 ۔ ایضاً، سنن ترمذی، ابواب: الرضاع عن رسول اللہ ﷺ، باب: ماجاء فی حق المراہ علی زوجھا، ج2، ص454، رقم الحدیث 1162۔

27 ۔ ایضاً، صحیح مسلم، کتاب: البر والصلۃ والاداب، باب: تراحم المؤمنین وتعاطفھم وتعاضدھم، ج8، ص20، رقم الحدیث 2586۔

28 ۔ الحشر 7:59

29 ۔ السیوطی، جلال الدین، جمع الجوامع (الجامع الکبیر)۔ قاہرہ: الازھر الشریف 2005ء۔ القسم الاول: الاقوال، حرف میم، ج7، ص413۔

30 ۔ المآئدہ 32:5

31 ۔ ایضًا، صحیح بخاری۔ دمشق: دار ابن کثیر 1993ء۔ کتاب: الدیات، باب: اثم من قتل ذمیا بغیر جرم، ج6، ص2533، رقم الحدیث 6516۔

32 ۔ ایضاً، الادب المفرد۔ قاہرہ: المطبعۃ السلفیۃ ومکتبتھا 1379ھ۔ باب: اصطناع المال، ص168، رقم الحدیث 479۔

33 ۔ الحجرات 11:49

34 ۔ سنن الترمذی، ابواب: الرضاع عن رسول اللہ ﷺ، باب: ماجاء فی حق المراۃ علی زوجھا، ج2، ص454، رقم الحدیث 1162۔

35 ۔ الحجرات 11:49

36 ۔ ابن ماجہ، ابوعبد اللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ۔ عرب: دار احیاء الکتب العربیہ، فیصل عیسیٰ البابی الحلبی۔ کتاب: الاحکام، باب: التغلیظ فی الحیف والرشوہ، ج2، ص775، رقم الحدیث 2313۔

37 ۔ للطبرانی، سلمان بن احمد، المعجم الکبیر۔ قاہرہ: مکتبہ ابن تیمیہ 1410ھ۔ باب: الفاء، مکحول: عن فضالہ بن عبید، ج18، ص318، رقم الحدیث 1022۔

38 ۔ صحیح بخاری۔ مصر: السلطانیہ بالمطبعہ الکبریٰ الامیریہ 1311ھ۔ کتاب: الرقاق، باب: الانتھاء عن المعاصی، ج8، ص102، رقم الحدیث 6484۔

39 ۔ الحجرات 6:49

40 ۔ علامہ اقبال، ضرب کلیم۔ دہلی: غالب اکیڈمی 1976ء۔ دین و تعلیم، ص86۔